تعمیر حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

۲۵/اکتوبر ۲۰۰۳ء

اندر کے صفحات میں:

خطبہ صدارت:

اجلاس آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ، عظیم آباد، پٹنہ

دینی تعلیمی کانفرنس، منعقدہ گورکھپور کا خطبہ صدارت

مولانا عبداللہ عباس ندوی کے قلم سے "ماہ رمضان" پر اداریہ

رمضان المبارک پر روح پرور مضامین کے علاوہ دیگر کالمز

ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں، تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے اسے روزہ رکھنا چاہئے، ہاں جو بیمار ہو یا مسافر ہو، اسے دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے، سختی کا نہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ تم گنتی پوری کرلو اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت پر اس کی بڑائیاں بیان کرو اور اس کا شکر کرو۔ جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں، ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے، قبول کرتا ہوں۔ اس لئے لوگوں کو بھی چاہئے کہ وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں، یہ ان کی بھلائی کا باعث ہے۔ (البقرہ/۱۸۵-۱۸۶)

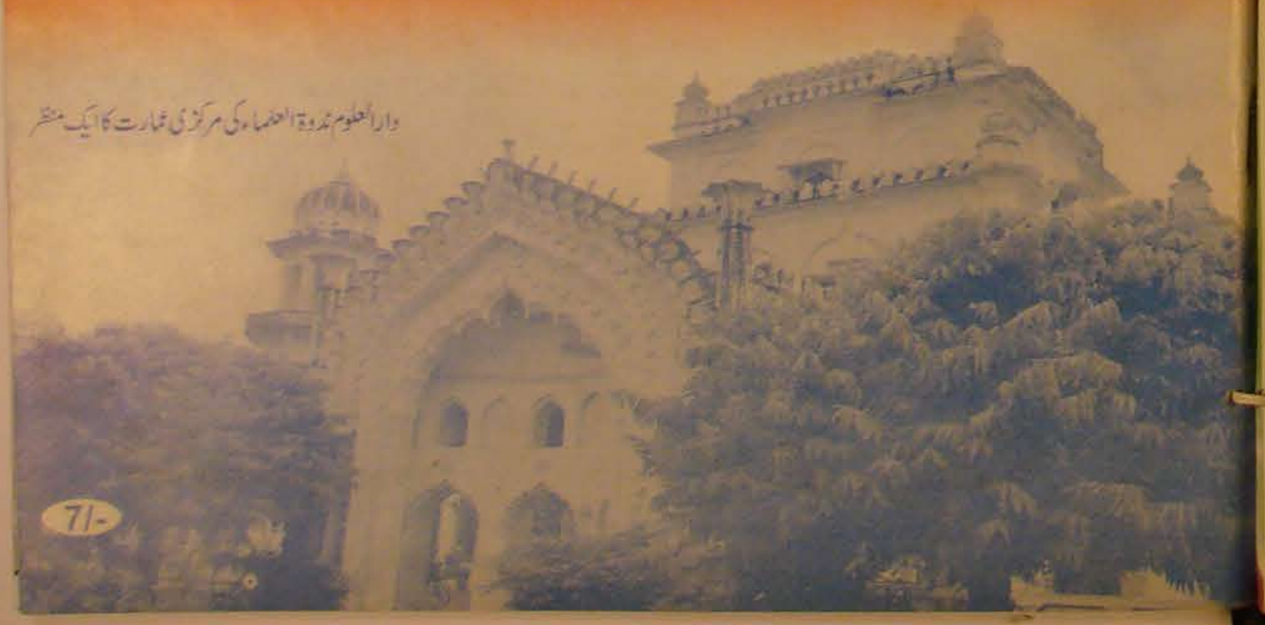

دارالعلوم ندوۃ العلماء کی مرکزی عمارت کا ایک منظر

7/-

Postal Regd.No.LW/NP/53/2003to2005

Fortnightly

Tameer-e-Hayat

R.N.I. No-UPURD/2001/6071

October, 2003

Nadwatul Ulama, Lucknow-226007

Vol,2. Issue No.13

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر دو نئی تصنیفات

عربی زبان میں

فی ظلال السیرۃ از: مولانا محمد رابع حسنی ندوی

ناشر: مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ

تاریخ تدوین سیرۃ النبیؐ از: مولانا عبداللہ عباس ندوی

ناشر: دارالعلوم سبیل السلام مدینۃ العلم، حیدرآباد

Tel : 267103

MODERN CLOTH HOUSE

Opp. Hafiz Ji Lungi Wale

All Kinds of Fancy Ladies Suits & Suting Shirting

81-82 New Nakhas Market, Lucknow.

2260433

جدید دلکش سونے چاندی کے زیورات کے لئے

ہمارے شوروم میں آپ کا خیر مقدم ہے

Gehna Palace

گھنہ پیلیس

Whenever You See Jewellery; Thank of us

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں، محمد فاروق خاں (چاند)

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک، لکھنؤ

(S) : 0522-2260671

E : 0522-2267429

Mob : 3102451

Mohd. Miyan Jewellers

محمد میاں جیولرس

۱۲/کپور مارکیٹ، وکٹوریہ اسٹریٹ، لکھنؤ-۳

Resi : 2268177

Mob: 3126122

Shop 2000667 9415002532

سونے اور چاندی کی دنیا میں ۷۵/سالہ دیرینہ نام

حاجی صفی اللہ جویلرس

ہمارا نیا شوروم

گڑبڑ جھالہ کے سامنے آمین آباد، لکھنؤ

پروپرائٹر: محمد اسلم

HAJI SAFIULLAH

Jewellers

Opp: Gadbad Jhala, Aminabad,Lucknow-18

چشمہ ساگر

AUTO REFRECTO METER AR-5b

Editor : Shamsul Haq Nadwi Office Ph : 2787250 (Ext.) 18, Guest house : 2740151, Fax 91-522-2787310, 2768376

Printed & Published By Athar Husain on behalf of Nadwatul Ulama at Parekh Offset Printing Press, Tagore Marg, Lucknow-20 Ph : 2768...

روزہ ڈھال ہے

❑ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روزہ ڈھال ہے، پس (روزے دار کو) چاہئے کہ نہ تو کوئی فحش کام کرے اور نہ جہالت کی باتیں، اور اگر کوئی آدمی اس سے جھگڑا کرے یا گالی دے تو وہ (روزہ دار) اس سے دو بار کہے کہ میں روزے سے ہوں، پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے (اللہ فرماتا ہے) وہ میرے لئے اپنا کھانا پینا چھوڑتا ہے، اپنی خواہش کو مارتا ہے، پس روزہ خاص میرے لئے ہے اور میں خود ہی اس کا اجر دوں گا، اور ایک نیکی کے بدلے دس کا ثواب ملے گا۔

(صحیح بخاری، کتاب الصوم، ب:۲/ ح:۱۸۹۴)

❑ حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی جس کے بال بکھرے ہوئے تھے، نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا ''اے اللہ کے رسول! مجھے بتائیں کہ اللہ نے مجھ پر کتنی نمازیں فرض کی ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا ''پانچ! البتہ تو اس کے علاوہ بھی کچھ نوافل پڑھنا چاہے تو تیری مرضی'' پھر اس نے پوچھا ''یہ بتائیں کہ اللہ نے مجھ پر کتنے روزے فرض کئے ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا (پورے) ماہ رمضان کے، الا یہ کہ تو نفلی روزے بھی رکھنا چاہے'' پھر اس نے سوال کیا ''یہ فرمائیں کہ مجھ پر زکوٰۃ کتنی فرض ہے؟'' اس کے بعد راوی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے اسلام کے اصول بتادئے تو اس اعرابی نے کہا ''اس اللہ کی قسم جس نے آپ ﷺ کو بڑائی عطا فرمائی ہے، میں نہ تو کوئی نفلی عبادت کروں گا اور نہ اس عبادت میں ذرہ بھر کمی کروں گا جو اللہ نے مجھ پر فرض کی ہے'' اس پر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اگر یہ اپنے قول میں سچا ہے تو مراد کو پہنچ گیا (یا جنت میں داخل ہوگیا)''

(صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب:۱/ ح-۱۸۹۱)

❑ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو شخص جھوٹ بولنے اور اس پر عمل کرنے سے اجتناب نہیں کرتا تو اللہ کو اس کی کوئی حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے (یعنی اس کا روزہ قبول نہیں ہوگا) (صحیح بخاری، کتاب الصوم، ب:۸/ ح:۱۹۰۳)

❑ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ''اللہ فرماتا ہے کہ جو شخص میرے کسی دوست سے عداوت رکھتا ہے تو وہ سن لے کہ میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں اور میرا بندہ جن عبادات کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا ہے، ان میں سے کوئی عبادت مجھے اس سے زیادہ پسند نہیں ہے جو میں نے اس پر فرض کر رکھی ہے، (یعنی عبادات میں مجھ کو فرائض کی عمدہ اور مستقل ادائیگی سب سے زیادہ پسند ہے) اور میرا بندہ (فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ) نفل عبادات کر کے مجھ سے اس قدر نزدیک ہوجاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں پس جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو پھر میں اس کا کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہوجاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اس کو دیتا ہوں، اور اگر کسی سے میری پناہ چاہتا ہے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں، اور مجھے کسی کام میں جسے میں کرنا چاہتا ہوں، اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا کہ مومن کی جان لینے میں ہوتا ہے (کیونکہ) وہ موت کو (جسمانی اذیت کی وجہ سے) ناگوار رکھتا ہے اور خود مجھے بھی اسے تکلیف دینا برا لگتا ہے۔''

(صحیح بخاری کتاب الرقاق، ب:۳۸/ ح:۶۵۰۲)

تعمیر حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ اشاعت کے ۴۰ ویں سال

جلد نمبر ۴۰ ۲۵ر اکتوبر ۲۰۰۳ء مطابق ۲۸ر شعبان المعظم ۱۴۲۴ھ شمارہ نمبر ۴۳

زیر سرپرستی:

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

نگران خصوصی:

حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی،

(معتمد تعلیم، ندوۃ العلماء لکھنؤ)

پروفیسر وصی احمد صدیقی

(معتمد مال، ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر عام: مولانا شمس الحق ندوی

رئیس التحریر: امین الدین شجاع الدین

معاون: ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

معاون: محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

• مولانا نذر الحفیظ ندوی • مولانا عبداللہ حسنی ندوی

• مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری

زر تعاون

سالانہ -/۱۵۰ ——— فی شمارہ -/۷

ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک -/۳۵ ڈالر

• ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات لکھنؤ کے نام سے بنائیں۔

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayaat

Post Box No. 93, Nadwatul Ulama Lucknow-226007

فون (دفتر) 2787250 (Ext) 18 مہمان خانہ (0522) 2740151

Website : www.nadwatululama.org

e-mail : Nadwa@sancharnet.in

thetameer-e-hayat@nadwatululama.org

مضامین و مندرجات سے متعلق سارے امور میں رئیس التحریر سے خط و کتابت کی جائے اور انتظامی امور میں مدیر عام سے رجوع کریں۔

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے پارکیا آفسیٹ پرنٹنگ پریس، نیگور مارگ، لکھنؤ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

اس شمارے میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعمیر حیات کی فائل سے

- قرآن مجید اور ماہ رمضان — مولانا ابوالکلام آزاد — ۲

اداریہ

- ماہ رمضان — مولانا عبداللہ عباس ندوی — ۳

مرحبا ماہ رمضان مرحبا

- ایمان و احتساب — حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی — ۵
- زکوٰۃ کے اسرار و مصالح — 〃 〃 〃 — ۷

ملی مسائل

- خطبۂ صدارت مسلم پرسنل لاء بورڈ — مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی — ۹
- خطبۂ صدارت دینی تعلیمی کانفرنس — 〃 〃 〃 — ۱۳

مضامین و مقالات

- مومن کے لئے چار بشارتیں — مولانا سعید الرحمن الاعظمی ندوی — ۱۶
- علماء اور مسلم معاشرہ — ڈاکٹر احتشام احمد ندوی — ۱۸
- قزاقستان کا ایک سفر — مولانا سید سلیمان الحسینی — ۲۱
- جان جائے ایمان نہ جائے — مولانا شمس الحق ندوی — ۲۳
- فقہی سوال و جواب — مفتی محمد طارق ندوی — ۲۶
- تعارف و تبصرہ: الطیب الذکی — مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی — ۲۷
- ختمہ — مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری — ۲۹
- دینی تعلیمی کونفرنس گورکھپور (ایک رپورٹ) — ادارہ — ۳۰
- قاعدہ بغدادی کا سبق — مولانا نذر الحفیظ ندوی — ۳۱

دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ اس شمارہ کے ساتھ آپ کا زر تعاون ختم ہوچکا ہے، ازراہ کرم سہ ماہی زر تعاون ۱۵۰ روپے ارسال فرما کر ممنون کریں۔

تعمیر حیات کی فائل سے

قرآن مجید اور ماہِ رمضان

مولانا ابوالکلام آزاد

سکندر کا نام تاریخ کے کہنہ صفحوں کے باہر کتنوں کو یاد ہے؟ روما کے فاتح اعظم کو آج کون ہے جو عمر بھر میں ایک مرتبہ بھی یاد کر لیتا ہو؟ شہروں کے بسانے والے، ملکوں کو فتح کرنے والے، دریاؤں کو کاٹنے والے اور پہاڑوں میں راہ نکالنے والے اپنے اپنے وقتوں میں بڑے ہی طاقتور ہوں گے جب کہ انہوں نے ایسے ایسے عظیم الشان انقلابی کام کئے تھے، بایں ہمہ وقت کے گذرنے کے ساتھ ہی ان کا وجود اور ان کے انقلابات کا ذکر بھی فنا ہو گیا اور دنیا نے انھیں یاد رکھنے کی ذرا بھی پروا نہ کی حتیٰ کہ وہ آج مٹ جانے والی قبروں اور نابود ہو جانے والے نشانوں کی طرح گمنام ہیں اور کسی کو اتنا بھی یاد نہیں کہ وہ کب تھے؟ کہاں تھے؟ اور انہوں نے دنیا میں کیا کیا انقلابات کئے؟ کانہ لم یکن شیأ مذکوراً

۶۰۰ء عیسوی

ایسا ہی ایک انقلاب روحانی تھا جو اب سے ٹھیک ۱۳ سو ۴۴ سال پہلے دنیا میں ہوا، جب کہ دنیا تغیر کے لئے بے قرار اور تبدیلی کے لئے تشنہ تھی، اور جب کہ کوئی نہ تھا جو اس کی پیاس کو بجھائے اور اسکے لئے مضطرب ہو۔ وہ سمندروں کی طغیانی نہ تھی جو زمین کی بستیوں پر چڑھ آتے ہیں بلکہ سرچشمۂ ہدایت و فیضان الٰہی کا ایک سرجوش آسمانی تھا جو برسات کے پانی کی طرح زمین پر برستا اسے سیراب کر دے، وہ زمین کی سطح کو ہلانے والا بھونچال نہ تھا جس سے ڈر کر انسان روتا ہے اور پرند اپنے گھونسلوں سے نکل کر چیخنے لگتے ہیں بلکہ عالم روح و معنی کا ایک آسمانی زلزلہ تھا جس کی جنبش نے دلوں کو غفلت سے بیدار کیا اور بیقرار روحوں کو امن و راحت بخشی، تاکہ وہ سونے کی جگہ بیدار ہوں اور رونے کی جگہ خوشیاں منائیں، وہ انسانوں کی درندگی نہ تھی جو اپنے ابنائے جنس کو سانپوں کی طرح ڈستی اور بھیڑیوں کی طرح چیرتی پھاڑتی ہے، بلکہ خدا کی محبت اور فرشتوں کی برکت کا ایک الٰہی ظہور تھا، جو نسل آدم کے بچھڑے ہوئے گھرانوں کو یکجا کرتا اور زمین کی چھنی ہوئی امنیت اور سعادت واپس لاتا تھا۔

''تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول الٰہی آتا جس پر تمہاری تکلیف بہت ہی شاق گذرتی ہے اور تمہاری اصلاح کی اسے بڑی ہی تمنا ہے۔ مسلمانوں پر نہایت شفیق اور بے حد مہربان۔'' (۱۲۸/۹)

لیلۃ القدر

یہ انقلاب جس نے دنیا کے لیالی و ایام ہدایت کی تقویم بدل دی، فی الحقیقت ایک مقدس رات تھی جو وادی بطحا کے کنارے جبل بوقبیس کی ایک تنگ و تاریک غار کے اندر نمودار ہوئی، اور اس شبستان لاہوتی کے اندر مشرق ربوبیت اعلیٰ سے آفتاب کلام اللہ طلوع ہوا۔

''اے لوگو! تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ''برہان مقدس'' بھیجی گئی، اور ہم نے تمہاری طرف ایک نہایت روشن اور کھلا نور نازل کیا''

دنیا پر چھ صدیاں ضلالت کے سناٹے اور کفر کی خاموشی کی گذر چکی تھیں لیکن اب وقت آ گیا تھا کہ سینا کے بیابان کا خداوند اور کوہ زیتون کی روح القدس پھر گویا ہو، اور ایام اللہ کا ایک نیا موسم بہار پھر آئے، پس ایسا ہوا کہ فضائے وحی الٰہی کے افق مبین پر نور و روشنی کی بدلیاں چھا گئیں، فیضان الٰہیہ کے بھور و انہار جوش میں آ گئے، ملاء اعلیٰ اور قدوسیاں عالم بالا میں ہلچل مچ گئی، مدبرات روحانیہ اور ملائکہ سماویہ کو حکم ہوا کہ زمین کی طرف متوجہ ہو جائیں کیونکہ وہ آسمانوں میں مقہور و مخذول نہیں رہی، آسمانوں کے وہ دروازے جو صدیوں سے زمین پر بند کر دئے گئے تھے یکایک کھل گئے، خزائین فیضان و برکات سماویہ جن کی بخشش کا سلسلہ رک گیا تھا پھر مساکین ہدایت و سائلین رحمت کے منتظر ہو گئے، خداوند سینا اپنے دس ہزار قدوسیوں کو ساتھ لے کر فاران پر نمودار ہوا، تا آتشیں شریعت کو ہویدا کرے اور کوہ سعیر کی روح القدس فارقلیط اعظم کی ہیکل میں متشکل ہوئی تا کہ اسکو بھیجدے جو ناصرہ کے نبی کے آئے بغیر نہیں جا سکتا تھا۔

''ہم نے قرآن کو لیلۃ القدر میں اتارا اور تم سمجھے لیلۃ القدر کیا شے ہے؟ لیلۃ القدر ایک عہد رحمت و دور برکت ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے، ملائکہ سماوی و روح الٰہی کا اس میں ہر طرف سے نزول ہوتا ہے، سلام اس پر، یہاں تک کہ صبح طلوع ہو جائے۔''

وہ آتش فشاں پہاڑوں کا پھٹنا نہ تھا جن کی چوٹیوں سے آگ ابلتی اور ہلاکت و موت بن کر اجسام حیوانیہ پر برستی ہے، بلکہ وہ فاران کی چوٹیوں پر نمودار ہونے والا ابر رحمت تھا جو انسانیت کی سوکھی کھیتیوں کو سرسبز کرنے اور کائنات ارضی کی تشنگی سعادت کو سیراب کرنے کے لئے امنڈا تھا، تا کہ جس طرح یروشلم کے مرغزاروں کو ہدایت کی بہشت بنایا گیا تھا، اسی طرح عرب کی ریتیلی اور بنجر زمین کو بھی شگفتہ و شاداب کر دے۔

''پس رحمت الٰہی کی نشانیوں کو دیکھو کہ کس طرح وہ موت کے بعد زمین کو حیات بخشتا ہے، بیشک وہ مُردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر بات پر قادر ہے۔'' (۴۹/۳۰)

نزول قرآنی

یہ قرآن حکیم اور فرقان مبین کا نزول تھا، جس نے قلب محمد ابن عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا مہبط و مورد بنایا تھا، جب کہ وہ غار حراء کے اندر بھوکا پیاسا، تمام مادیات عالم سے کنارہ کش ہو کر اپنے پروردگار کے حضور

بقیہ صفحہ ۴ پر

اداریہ

(مولانا) عبداللہ عباس ندوی

ماہِ رمضان

﴿شهر رمضان الذی أنزل فیه القرآن هدی للناس وبینات من الهدی و الفرقان﴾

(وہ تھوڑے دن ماہِ رمضان ہے جس میں قرآن مجید بھیجا گیا جس کا (ایک) وصف یہ ہے کہ لوگوں کے لئے (ذریعۂ) ہدایت ہے)۔

قرآن کریم اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے ہدایت کی کتاب ہے۔

﴿الٓمٓ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَارَیْبَ فِیْهِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ﴾

(الم، یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں راہ بتلانے والی ہے خدا سے ڈرنے والوں کو)

اور جس مہینہ میں یہ قرآن نازل ہوا وہ بھی انسانی آبادی کے لئے باعث ہدایت ہے ﴿هُدًی لِّلنَّاس﴾۔ یہ مہینہ مشقت کا ہے، قوت برداشت کو ترقی دینے کا زمانہ ہے۔ دن بھر کا فاقہ اور رات کی عبادتیں، دعائیں اور مناجات —— اللہ سے تقرب کا خاص زمانہ ہے، یہ مہینہ اللہ سے وابستگی اور اس کی طرف یکسوئی کا خاص زمانہ قرار دیا گیا ہے، طبائع مختلف، رجحانات جدا جدا، مزاج، افتاد میں نمایاں فرق رمضان کے اندر وہ جامعیت ہے جو تمام متفرق رجحانات کو ایک رنگ میں رنگ دیتا ہے اس رنگ کا کیا کہنا!

﴿صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً﴾ ''ہم (دین کی) اس حالت پر ہیں جس میں (ہم کو) اللہ تعالیٰ نے رنگ دیا ہے اور دوسرا کون ہے جس کے رنگ دینے کی حالت اللہ تعالیٰ سے خوب تر ہو۔'')

ایک زمانہ فقر و افلاس کا تھا جب ایک سوکھی کھجور پر دو تین آدمی روزہ کھول لیتے تھے، یہ بھی میسر نہ ہوا تو صرف نمک پر اکتفا کرتے تھے اہل مکہ کو زم زم نصیب تھا جس سے وہ ہمیشہ بہرہ مند تھے بقیہ لوگوں کا ایک بڑا سہارا پانی تھا، بشرطیکہ وہ بھی نصیب ہو جائے، گدلا نہ ہو، میلا نہ ہو، مٹی یا بالو بھرا ہوا نہ ہو، اگر سیر ہو کر کسی نے پی لیا تو اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا جاتا تھا۔ اگر روزہ مالدار لوگ رکھیں تو ان کو احساس ہوگا کہ غریب لقمہ کے محتاج کس طرح پوری زندگی گزار رہے ہیں، ان کے اندر ان لوگوں کی ہمدردی کا جذبہ ابھرتا تھا، صدقات کی طرف طبیعت مائل ہوتی تھی، داد و دہش کا رجحان بڑھ جاتا تھا اور رمضان کی ریاضت ایک مسلمان کے اندر سچی روحانیت، اخلاص و صداقت، یگانگت اور محبت کی فضا قائم کر دیتی تھی پھر زمانہ بدلا اور آسمان سے نزول رحمت پروردگار کا سلسلہ جاری ہو گیا ﴿وأرسلنا السماء علیهم مدرارا﴾ (اور ہم نے خوب بارشیں برسائیں) کا زمانہ بھی آ گیا مگر رمضان کی حکمتیں اپنی جگہ پر قائم ہیں، گو ان کا رخ بدل گیا ہے۔ پہلے یہی روزے امیروں کو بتلاتے تھے کہ غریبوں پر کیا گذرتی ہے اور اب یہی روزے امیروں کو بتلاتے ہیں کہ کھانے میں کیا لذت ہے، بھوکے رہنے کے بعد جب غذا ملتی ہے تو کس طرح جسم میں جان آجاتی ہے اور اسی طرح پانی کے چند قطرے سوکھے ہونٹ کو تر کرتے ہیں اور حلق کی خشکی جب نمی سے بدلتی ہے تو جسم کے روئیں روئیں سے کس طرح اللہ کے شکر کا جذبہ ابھرتا ہے اور اب تو سال بھر میں سب سے زیادہ کھانے پینے اور زندگی سے لطف اندوز ہونے کا زمانہ رمضان کا مہینہ ہے، روزہ کھلوانے کا ثواب تو اس درجہ ایمان میں داخل ہے کہ معاشرہ میں لوگ ایک دوسرے کو خوشامدیں کرنے کے ساتھ ساتھ افطار کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور ایک روزہ دار بھی کسی کے حصہ میں آ گیا تو گو ان کو ایک دولت مل گئی، ایک دن میں قرآن کریم کی جس قدر تلاوتیں ہوتی ہیں، تورات و انجیل کی پوری تاریخ میں اس درجہ اور اتنی مرتبہ نہیں ہوئی ہوں گی۔

دین کی حقانیت اور اسلام کے زندہ جاوید مذہب ہونے کی علامت چند دنوں میں نہیں بلکہ چند ساعت میں آپ دیکھ سکتے ہیں، اللہ کی نشانیاں ہر جگہ پھیلی ہوئی ہیں، اور یہ روزہ انہی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی ہے اب اس کے بعد وہ حدیثیں پڑھئے جو روزہ کے فضائل میں بار بار دہرائی جاتی ہیں۔ ہر سال ان کا اعادہ ہوتا ہے لیکن کبھی پرانی نہیں معلوم ہوتی ہیں، ان کی تازگی قائم رہتی ہے اور جس مبارک زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے تھے ان کی رسالت پر کروڑوں کروڑ انسان ایمان رکھتے ہیں اور اس ایمان کو باقی رکھنے اور محبت کو قائم رکھنے کے لئے اپنی جان و مال، عزت و آبرو، ملک و وطن سب قربان کرنے کے لئے تیار تھے، تیار ہیں اور تیار رہیں گے۔

﴿ولن تجد لسنة الله تحویلا﴾ (اور آپ خدا کے دستور کو کبھی منتقل ہوتا ہوا نہ پاویں گے) ☆☆☆

میں سر بسجود تھا۔

"بیشک وہ پروردگار عالم کا اتارا ہوا کلام ہے، روح الامین نے تیرے قلب پر نازل کیا تاکہ تو ضلالت وفساد کے نتائج سے دنیا کو ڈرانے والوں میں سے ہو اور سعادت وفلاح کی طرف دعوت دے، یہ کلام نہایت کھلی ہوئی اور واضح زبان عربی میں نازل ہوا، اور پچھلی کتابوں میں اس کی خبر دی جاچکی تھی۔" (۲۶/۹۱۱)

وہ غذائے آسمانی کی طلب میں زمین کی پیداوار سے کنارہ کش ہو کر بھوکا پیاسا تھا، پس خداوند نے اس کی بھوک کو دنیا کی سیرابی کے لئے قبول کرلیا (وضو بطمئنی وبقبنی) وہ انسانیت کی غفلت و سرشاری دور کرنے کے لئے راتوں کو اٹھ اٹھ کر جاگتا تھا، پس اللہ نے اس کی بے خواب آنکھوں کو اپنے نظارۂ جمال سے ٹھنڈک (قرۃ عینی فی الصلاۃ) اور تمام عالم کے لئے اسے بصیرت عطا کی (قد جاء کم بصائر من ربکم) وہ انسانوں کی سرکشی اور تمرد کے گھمسان سے نکالنے کے لئے شہنشاہ ارض وسما کے آگے سربسجود تھا، پس رب الافواج نے اس کے سر کو الفت و یگانگت کے ہاتھوں سے اٹھایا، اور زمینوں سے اور آسمانوں میں سربلندی دی، تا اس کی روح اس کے کلام کی حامل ہو، اور اس کے منہ سے خدا کی آواز نکلے (وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ)

سعادت بشری کا یہ پیغام جس کی تبلیغ نبی امی کے سپرد ہوئی وحی الٰہی کا یہ فتح باب جو غار حراء کے عزلت گزیں پر ہوا، خدا کا یہ مقدس کلام جو بلسان عربی مبین جس کے منہ میں ڈالا گیا، سب سے پہلے جس رات میں اس کا ظہور ہوا وہ "لیلۃ القدر" تھی اور لیلۃ القدر جس مہینے میں آئی وہ رمضان المبارک تھا۔

"رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا جو انسانوں کے لئے سرتاپا ہدایت ہے اور جس کی تعلیم ہدایت وتمیز اور حق وباطل کی نشانی ہے۔"

وہ مقدس

پس رمضان المبارک کا مہینہ فی الحقیقت اس سعادت انسانیہ اور ہدایت امم کے ظہور کی یادگار ہے، جس کا دروازہ قرآن حکیم کے نزول سے دنیا پر کھلا، اور خدا اور اس کے بندوں میں ہجر وحرماں کی جگہ وصل ومحبت کے راز ونیاز شروع ہوئے، یہی مہینہ ہے جو آسمان کی سب سے بڑی برکت کے نزول کا ذریعہ بنا، اور یہی مہینہ ہے جو اپنے ساتھ زمین کی سب سے بڑی سعادت لائی، اسی موسم میں خدا کی رحمتوں کی پہلی بارش ہوئی اور اسی عہد میں دنیا کی وہ سب سے بڑی خشک سالی ختم ہوئی جو صدیوں سے کائنات روح وقلب پر چھائی ہوئی تھی، ہدایتوں کے فرشتے اسی میں اترے، سعادت کے قدوسی اسی میں زمین پر پھیلے، خدا نے سب سے پہلے اسی مہینے میں بندوں کو پیار کیا اور بندوں نے بھی سب سے پہلے اسی ماہ میں اس کی محبت کا جام پیا، یہ پاکی اور بزرگی کا وقت تھا کہ پاک تعلیمات کا منبع بنا، اور عظمت وشرف کا عہد مقدس تھا کہ خدا کا کلام اس کے بندوں پر نازل ہوا۔

پس جب کہ دنیا طرح طرح کی مادی یادگاروں کو منانا چاہتی تھی تو مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اس روحانی انقلاب کی یادگار کے امانت دار بنیں اور جس ماہ مبارک کو اپنی برکتوں اور رحمتوں کے نزول کی وجہ سے خداوند نے قبول کرلیا ہے، اس کی قبولیت سے انکار نہ کریں، دنیا خونریزیوں کی یادگار مناتی ہے لیکن یہ سچے امن اور حقیقی رحمت کی یادگار ہے، دنیا لڑائیوں کو یاد رکھنا چاہتی ہے یہ صلح وانسیت کے ورود کی یادگار ہے، دنیا نے تخت نشینوں کو سب سے بڑا سمجھ کر یاد رکھنا چاہا مگر یاد نہ رکھ سکی، خدا نے بتلادیا کہ سب سے بڑا انسان ایک غار نشیں تھا جس کی یادگار زندہ رکھی گئی اور ہمیشہ زندہ رہی، دنیا نے ملکوں کی فتح اور زمینوں کی تسخیر کو بڑا واقعہ سمجھا اور اس کی یاد میں خوشیاں منائیں، مگر ہمیں تعلیم دی گئی کہ دلوں کی فتح اور روحوں کی تسخیر ہی سب سے بڑی بات ہے اور اسی کی یادگار منانی چاہئے۔

"اور ہم نے تیرے ذکر کو رفعت اور بقائے دوام عطا فرمایا۔" ❁❁❁

اور یورپی ملکوں سے واپس آئے تو انہوں نے آتے ہی امریکہ کے وجود کے خلاف جنگ کو اولیت دی، اب یہی عنصر اپنی صفوں کو منظم کررہا ہے، صدامی دور کے وزراء اور حکام اپنے کو صدام سے بری کررہے ہیں اور امریکہ و برطانیہ سے سیاسی پناہ کے طالب ہورہے ہیں، آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا ـــــ لیکن دو دو چار کی طرح یہ حقیقت اس طبقہ کی سمجھ میں کسی طرح نہیں آتی جو اپنے کو جدید تعلیم یافتہ طبقہ کہتا ہے اور جس کا مزاج سائنسی اور تجرباتی ہے، کافروں اور ظالموں کو اگر سمجھ ہوتی تو کفر و شرک اور ظلم کیوں کرتے۔

فقالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر

☆☆☆

ہم اٹھے تھے یہ عزم لے کر کہ وقت
کی کلائی کو موڑ دیں گے اور اس وقت تک چین
نہ لیں گے، جب تک کہ ایک ایک مسلمان
بچے اور ایک ایک مسلمان بچی کو اس طوفان
سے بچا نہ لیں اور دینی تعلیم کا ایک مینارۂ نور نہ
بنادیں، ہم نے عہد کیا تھا کہ ہم باہمی اتحاد اور
یک جہتی سے جو اس تحریک کا بنیادی پتھر ہے
کبھی سرمو انحراف نہ کریں گے، مگر کیا ہم میں
وہی جوش وولولہ باقی ہے؟؟ یا ہم پر تھکن اور
صرف تھکن ہی نہیں بلکہ بے رغبتی اور بے حسی
بھی طاری ہورہی ہے۔

قاضی محمد عدیل عباسی مرحوم
(بانی دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش)

ماہ رمضان

ایمان واحتساب کی اہمیت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابۂ کرام سے فرمایا کہ منبر کے قریب آجاؤ۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ آمین فرمایا۔ صحابۂ کرام نے پوچھا کیا موقع تھا، آپ نے فرمایا "ہم نے حضرت جبرئیلؑ کی دعا پر آمین کہا"۔ پھر آپ نے فرمایا "(۱) اسکی ناک خاک آلود ہو، یعنی بہت ناکام ونامراد ہو جس کی زندگی میں رمضان آئے لیکن اس کی قدر نہ کرے اور بخشش کا مستحق نہ بن جائے۔ (۲) میرا نام لیا جائے اور مجھ پر درود نہ بھیجا جائے۔ (۳) جس کو والدین نصیب ہوں اور ان کی خدمت کر کے جنت نہ حاصل کرلے۔"

رمضان ایسا زریں موقع ہے کہ اس میں کوشش کرے تو ایک رمضان سارے گناہ بخشوانے کے لئے کافی ہے۔ جو شخص رمضان کے روزے رکھے اور یہ یقین کر کے رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام وعدے سچے ہیں اور وہ تمام اعمال حسنہ پر بہتر بدلہ عطا فرمائے گا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من قام رمضان ایمانا و احتسابا غفرلہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر۔ یعنی جو شخص رمضان کے روزے ایمان واحتساب کے ساتھ رکھے اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دئے جائیں گے۔ ایمان واحتساب کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام وعدوں پر یقین کامل ہو اور ہر عمل پر ثواب کی نیت کرے اور اخلاص وللّٰہیت اور رضائے الٰہی کا حصول پیش نظر ہو اور ہر عمل کے وقت مرضی الٰہی کو دیکھے۔ ایمان واحتساب ہی ہے جو انسان کے عمل کو فرش سے عرش پر پہنچا دیتا ہے۔ اصلاً اسی کا فقدان ہے۔ مسلمانوں کا اصل مرض بدنیتی نہیں بلکہ بے نیتی ہے۔ یعنی سرے سے وہ نیت ہی نہیں کرتے۔ ہم وضو کرتے ہیں مگر اس میں نیت نہیں کرتے۔ ہم دوسرے ارکان دین ادا کرتے ہیں مگر ایمان واحتساب ہمارے پیش نظر نہیں رہتا، جب بہت سے لوگ کسی کام کو کرتے ہیں تو ماحول بن جاتا ہے۔ روزہ کا ایک عام ماحول ہوتا ہے۔ ایسے میں کوئی اس اندیشہ سے روزہ رکھے کہ ہم روزہ نہ رکھیں گے تو چھپ کر کھانے پینے سے کیا فائدہ۔ یہ خیال آیا تو روزہ کی روح نکل گئی۔ بیماریوں میں بھی اکثر بھوکا رہنا پڑتا ہے۔ سفروں میں اکثر کھانا نہیں ملتا۔ اس لئے روزہ کی خصوصیت صرف بھوکا رہنا نہیں ہے، روزہ کی حقیقت ہے اللہ کے حکم کی تعمیل۔ جو چیزیں چھوڑنے کو کہی گئی ہیں ان کو چھوڑ دینا۔ پہلے ہم یہ کیفیت پیدا کریں کہ اللہ تعالیٰ برحق ہے۔ ثواب کی لوگی ہو اور دل کو تسلی ہو کہ ثواب مل رہا ہے اسی میں لطف آئے۔

کسی عبادت کی خصوصیت اور اس کی مقبولیت کی دلیل یہ ہے کہ اس کی ادائیگی سے دل کے اندر رقت، نرمی، تواضع اور انکساری کا جذبہ پیدا ہو۔ لیکن جب اس کے برعکس کبر وغرور اور عجب پیدا ہو تو سمجھ لینا چاہئے کہ ہماری عبادت مقبول نہیں ہوئی، اس میں کمی رہ گئی ہے اور اس لئے ان چیزوں کو دور کرنے کے لئے ایمان واحتساب کو پیش نظر رکھنا اور اس کا انحصار رہنا ضروری ہے۔ بے سوچے سمجھے، بغیر نیت کے روزہ رکھ لینا، کوئی اور عبادت ادا کرنا بے معنیٰ ہے۔ ایک صاحب فرمانے لگے، میں اس لئے روزہ رکھتا ہوں کہ جو مزہ افطار کے وقت آتا ہے وہ دنیا کی کسی نعمت میں نہیں، حالانکہ اس کا اللہ تعالیٰ پر ایمان بھی نہیں تھا۔ ہمیں چاہئے کہ ہم دن میں کئی بار نیت کو تازہ کرلیا کریں، ہر وقت استحضار رکھیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابن آدم کا ہر عمل اس کے لئے ہے اور اس کو دس سے سات سو گنا تک ثواب ملے گا، لیکن روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا الصوم لی وانا اجزی بہ۔ یہ تمام محبوب چیزیں میرے لئے چھوڑتا ہے اس لئے میں خود ہی بدلہ دوں گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ دین کے جتنے ارکان ہیں وہ طاقت پیدا کرتے ہیں۔ یعنی ایک عبادت دوسری عبادت کے لئے معاون ثابت ہوتی ہے اور اس کے لئے تقویت کا باعث بنتی ہے جس طرح سے ایک غذا دوسری غذا کے لئے معاون ثابت ہوتی ہے اسی طرح ایک فرض کی ادائیگی دوسرے فرائض کی ادائیگی میں معاون ثابت ہوتی ہے اس کو طاقت فراہم کرتی ہے۔ یہ بات نہیں ہے کہ ہر رکن الگ الگ ہے ہر ایک کی فرضیت اور اس کی اہمیت تو بہرحال اپنی جگہ ہے مگر ایک دوسرے سے الگ نہیں بلکہ ایک دوسرے کی مدد کے لئے ہے۔ اسی طرح سے روزہ سال کے پورے گیارہ مہینے کی عبادت کے لئے طاقت پیدا کرتا ہے، روزہ کی وجہ سے دوسری عبادات کی ادائیگی میں ذوق وشوق پیدا ہوتا ہے اور توانائی ملتی ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ روزہ کا مقصد یہ ہے کہ نفس پر قابو پایا جائے اور روزہ کی وجہ سے نفس پر قابو پانا آسان ہوجائے، دین کا ذوق وشوق پیدا ہو عبادات کی ادائیگی میں شوق ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یا ایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ یعنی ہر کام کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی مرضی کا خیال رکھا جائے۔ تقویٰ کا ترجمہ بعض لوگوں نے لحاظ سے کیا یعنی ہر کام کرتے وقت اس کا لحاظ رکھا جائے یہ کام اللہ کی مرضی کے

بق ہے یا نہیں۔ حلال وحرام کی تمیز ہو جائے۔
طرح سے مشق ہو جائے کہ فطرت بن جائے
ں طرح سے آپ عید کے دن کھانے پینے میں
ک محسوس کرتے ہیں کیوں کہ ایک مہینہ سے دن
کھانے پینے کی عادت چھوٹ گئی تھی اس وجہ سے
پ کو کھانا پینا خلاف عادت معلوم ہوتا ہے۔ اسی
ح سے گناہوں سے اجتناب، معاصی سے پرہیز،
ت وبدگوئی، غصہ وبغض سے پرہیز اس طرح ہو
آپ کی فطرت بن جائے، جو چیزیں دائمی طور پر
م ہیں ان کو کرنے میں تو اور بھی زیادہ آپ کو
نا رہنا چاہئے۔ آپ روزہ رکھیں لیکن گالی دینا،
ت کرنا، بدگوئی وغصہ وبغض کرنا نہ چھوڑیں تو روزہ
رکوئی فائدہ نہیں۔ اصل بات تو یہ ہے کہ روزہ آپ
زندگی کے اندر واضح تبدیلی کر دے۔ روزہ میں
پ نے معاصی سے اجتناب کیا ہے تو اس پر قائم
ئے اور ان معاصی کا ارتکاب نہ کیجئے جن کو آپ
روزہ کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا۔ اگر روزہ کے ختم
تے ہی تمام معاصی میں پھر مبتلا ہو گئے تو اس سے
ات سمجھ میں آئے گی کہ اس نے روزہ تو رکھا مگر
ہ مقبول نہیں ہوا، حج تو کیا مگر حج قبول نہیں ہوا۔
ں اس طرح کے روزہ رکھئے کہ کوئی غیر مسلم بھی
ے تو سمجھے کہ یہ واقعی روزہ رکھتے ہیں اور یہ رمضان
ون ہیں، پورے احترام کو ملحوظ رکھا جائے اور تمام
موں کو پورا کیا جائے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ
ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص روزہ
ے اور اس سے کوئی الجھنے لگے تو کہہ دے کہ میں
یہ سے ہوں نفس کی تمام کمزوریوں کو دور کرے،
کم کردے، بغض وحسد کو دور کردے، روزہ اس
ج سے نہ رکھے کہ غصہ میں بھرا ہوا بیٹھا رہے اور
اس سے محض اس وجہ سے گفتگو کرتے ہوئے
محسوس کریں کہ بھائی ان سے گفتگو نہ کرو ورنہ
جائیں گے۔ کھانے میں ذرہ برابر نمک کی کمی
غصہ کی انتہا کر دے۔ ان تمام معاصی سے پرہیز
ے۔ اگر روزہ کے تمام تقاضوں کا لحاظ رکھا گیا تو
کا اثر پورے گیارہ مہینوں پر پڑے گا اور اس کی

زندگی میں ایک نمایاں تبدیلی ہوگی۔

چوتھی بات یہ ہے کہ روزہ جن چیزوں سے معمور کیا گیا ہے اس کا لحاظ رکھیں، روزہ کا یہ منشا معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوا جائے۔ نہ تلاوت کیا نہ صدقہ، نہ خیرات کی، نہ تراویح پڑھی صرف روزہ رکھ لیا اور اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ توبہ واستغفار کا اہتمام ہو، دعا کی طرف زیادہ توجہ ہو۔ آخر شب میں اہتمام سے اٹھیں کیوں کہ اس کی زیادہ اہمیت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس وقت پکارتا ہے کہ ہے کوئی میرا دوست جو مجھے پکارے اور میں اس کو سنوں، رسول اکرم ﷺ اس کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔ بلکہ تراویح سے زیادہ تہجد کا اہتمام فرماتے تھے۔

اس مہینے میں خیرات وصدقات بھی زیادہ کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس ماہ مبارک کو شہر البر والمواساۃ فرمایا ہے یعنی نیکی اور غمخواری کا مہینہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی طرف زیادہ توجہ ہو اور صدقات وخیرات میں زیادہ حصہ لے۔ لوگوں کے حالات کا سراغ لگا کر پتہ چلائے۔ ان کے یہاں تحائف اور ہدایا بھیجئے، اللہ کے کتنے بندے ایسے ہوتے ہیں جن کو صرف روزہ افطار کرنے کے لئے مسجد میں مل جاتا ہے۔ پھر وہ بھوکے رہتے ہیں۔ اس لئے ایسے ضرورت مند لوگوں کا پتہ لگا کر ان کی مدد کی جائے۔ رسول اللہ ﷺ اس کا بڑا ہی اہتمام فرماتے تھے۔ آپ کے متعلق آتا ہے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے۔ دوسرے موقع پر آتا ہے کہ طوفان کی طرح سخاوت کرتے تھے اور اس میں بڑھ کر حصہ لیتے تھے اور دل کھول کر غریبوں، بیواؤں، یتیموں کو مدد کرتے تھے۔

انسان کو سمجھنا چاہئے کہ ہماری عبادت کیا، ہم تو اللہ تعالیٰ کے لائق کچھ بھی عبادت نہیں کر سکتے، ہم تو یہ واستغفار بھی اچھی طرح نہیں کر سکتے، اسلئے ہمیں بھوکوں، لاچاروں، اور مسکینوں ہی کی مدد کرنی چاہئے تاکہ ممکن ہے اللہ کے کسی بندے کا دل خوش ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسی کو قبول فرمالے اور ہمارا مقصد پورا ہو جائے۔ ہماری عبادت، ہماری تلاوت، ہماری نماز تو لائق قبولیت نہیں لیکن اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کرنے سے ممکن ہے اللہ تعالیٰ اسی کو قبول فرمائے۔ اس مہینے میں ہمیں پوری طرح خیرات و صدقات کی طرف متوجہ ہونا چاہئے اور ہم کمر کس لیں کہ اس مہینے سے پورا فائدہ اٹھائیں گے حدیث شریف میں آتا ہے یا باغی الخیر اقبل ویا باغی الشر أدبر یعنی اے خیر کے طلب کرنے والے آگے بڑھ اور اے برائی کو طلب کرنے والے پیچھے ہو۔ دوسری جگہ آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندے سے پوچھے گا کہ اے بندے میں بیمار تھا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا، الخ بندہ جواباً عرض کرے گا کہ اے خداوند قدوس تو کیسے بیمار ہو سکتا ہے، تو کیسے بھوکا رہ سکتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے وہاں پاتا۔ میرا فلاں بندہ بھوکا تھا، اگر تو اس کو کھانا کھلاتا تو مجھے وہاں موجود پاتا، او کما قال۔

اس لئے یہ ضروری ہے کہ جو محتاج و بیوائیں ہیں، جو فقراء مساکین ہیں ان کی مدد کی جائے۔ غریبوں کی جو لڑکیاں ہیں ان کی شادی کرادی جائے۔ اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہم سے محاسبہ کرے گا اور سخت باز پرس کریگا۔ یہ ہمارا مال نہیں جسے ہم خرچ کرتے ہیں بلکہ یہ اللہ کی امانت ہے۔ ہم اگر اس کو تقریبات میں خرچ کرتے ہیں تو غلط کرتے ہیں، اگر اس کو بے محل صرف کرتے ہیں تو ناجائز کرتے ہیں۔ ہمارے لئے جائز نہیں کہ ہم اس کو صرف کریں۔ ہمیں اس کی فکر ہونی چاہئے کہ کتنی بیوائیں اور یتیم ہیں، کتنے محتاج و مساکین ہیں جنھیں ضرورت ہے ہمیں ان تمام جگہوں پر صرف کرنا چاہئے جہاں دوسروں کی مدد ہو سکے اور اللہ تعالیٰ راضی ہو۔

☆☆☆

(افادات (۲))

زکوٰۃ کے اسرار ومصالح

بہت سے معاصر اہل قلم اور اہل فکر جو جدید معاشی فلسفوں اور علم الاقتصاد کی غیر معمولی اہمیت اور ہمہ گیری سے کم وبیش متاثر اور ذہنی طور پر مرعوب ہیں سارا زور زکوٰۃ کے اقتصادی اور اجتماعی مصالح ومنافع پر دیتے ہیں اور اس کو صرف ایک عادلانہ ٹیکس قرار دیتے ہیں یا زیادہ محتاط الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کی تحریروں کو پڑھنے والا کم از کم ایسا محسوس کرتا ہے کہ ان کی رائے زکوٰۃ کے بارے میں یہ ہے کہ دنیا کے معاشی نظاموں نے اب تک جتنے ٹیکس سوسائٹی پر عائد کئے ہیں یہ اسلامی ٹیکس اس سب سے زیادہ منصفانہ حکیمانہ اور متوازن ہے اس لحاظ سے وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ زکوٰۃ اس اشتراکیت (سوشلزم) کی نہایت مستحکم بنیاد ثابت ہو سکتی ہے جسے اسلام نے اپنی ترقی وعروج کے بہترین زمانہ میں دنیا کے سامنے پیش کیا وہ (چند متشیات کو چھوڑ کر) زکوٰۃ کی اس حقیقی روح کو فراموش کر دیتے ہیں جو اس کے پورے نظام میں جاری وساری ہے، یہ روح ہے عبادت اور تقرب الی اللہ کی۔ اس طرح وہ اس کے بنیادی مقصد اور اصل مصلحت وحکمت کو نظر انداز کر دیتے ہیں یعنی نفس کو بخل، خود غرضی، انانیت، فقراء کی حق تلفی اور قلب کی قساوت سے پاک وصاف کرنا، اللہ تعالیٰ کی قبولیت ورضا حاصل کرنا اور فقراء وضعفاء کی دلداری اور ہمدردی کے نتیجہ میں مال کی پاکی اور نورانیت اور خیر وبرکت کا ظہور۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بہت اہتمام وتاکید کے ساتھ اس بنیادی مصلحت اور حقیقی فائدہ کا ذکر کیا ہے اور سب سے زیادہ زور اسی مرکزی نقطہ پر دیا ہے۔

"خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها"۔

(آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے اس کے ذریعہ سے آپ انھیں پاک وصاف کر دیں گے)

زکوٰۃ اور سود کا موازنہ کرتے ہوئے ارشاد ہے۔

(اور جو چیز تم اس غرض سے دو گے کہ لوگوں کے مال میں پہونچ کر زیادہ ہو جائے سو وہ اللہ کے آگے نہیں بڑھتی اور جو تم صدقہ دو گے جس سے اللہ کی رضا طلب کرتے ہو گے تو ایسے لوگ ہی ہیں اپنا دوچند کرنے والے)

ابوداؤد میں ہے کہ حضرت ابن عباس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ "نہیں فرض کی اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ مگر اس لئے کہ اس کے ذریعہ تمہارا بقیہ مال ودولت پاک ہو جائے۔"

اس احساس مصلحت کے بعد جماعت اور معاشرہ کی مصلحت آتی ہے جس میں معاشرہ کی خود کفالتی، غرباء کی اہم ضرورتوں کی تکمیل، زندگی کے مواقع کی فراہمی، تاکہ وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کر سکے اور مقصد حقیقی اور کمال اصلی تک پہونچ سکے۔

وہ علماء جنھوں نے کتاب وسنت اور دوسرے علوم اسلامیہ کا براہ راست اور گہرا مطالعہ تھا۔ اور اپنے کو خارجی اثرات سے محفوظ رکھا تھا جو صرف مدرسہ نبوت سے واقف تھے اور گویا وہ کے تعلیم یافتہ تھے اور جنھوں نے اسلام کے فہم کے لئے صحیح راستہ منتخب کیا تھا وہ ان مصالح ترتیب اور فرق مراتب ہمیشہ ملحوظ رکھتے تھے اور ہ کو وہی حیثیت دیتے تھے جو کتاب وسنت نے کر دیا۔ سب سے پہلے اور سب سے زیادہ اس کو صحابہ کرام نے سمجھا پھر ان کے جانشینوں نے فہم صحیح اور میراث نبوت کی حفاظت کی اور اپنی آ نسلوں تک منتقل کرتے رہے۔ ہم اس سلسلہ اسلام کے بعض ممتاز ترین علماء اور ائمہ اقتباسات پیش کرتے ہیں تاکہ ہمیں اس طرح صحیح اندازہ ہو سکے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب زکوٰۃ بنیادی مصالح اور اس کے احکام کے اسرار اور حک کا ذکر کرتے ہوئے "حجة الله البالغة" لکھتے ہیں۔

"جاننا چاہئے کہ زکوٰۃ میں سب سے مصالح دو ہیں۔ پہلی مصلحت تہذیب نفس ہے لئے کہ نفس اور حرص وبخل کا چولی دامن کا ساتھ ۔حرص بدترین اخلاق میں سے ہے جو مو انسان کو سخت ہلاکت میں ڈال سکتی ہے۔ جو ہوگا مرتے وقت بھی اس کا دل مال میں اٹکا اور اس کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوگا۔ اگر مشق اس کو ہوگی تو یہ حرص اس سے ختم ہو چکی بالآخر اس کو نفع پہونچائے گی۔

انابت اور رجوع الی اللہ کے بعد سب سے اعلیٰ اخلاق سخاوت نفس ہے، جس رجوع الی اللہ، انابت وعبودیت، دعا اور تضر عالم جبروت سے مناسبت اور قرب پیدا ہوتا طرح سخاوت، خسیس اور پست دنیاوی صورت

شکلوں کو توڑتی ہے اس لئے کہ وہ بہیمیت کی ضد ہے۔ اور اس کی اصل یہ ہے کہ ملکوتی (فرشتوں والی صفات) غالب ہوں اور بہیمانہ صفات ان سے دب جائیں بلکہ ان کے رنگ میں رنگ جائیں اور ان پر بھی اس حکم کا اطلاق ہونے لگے جو ملکوتی صفات پر ہوتا ہے۔ اس کا راستہ یہی ہے کہ مال کو باوجود ضرورت واحتیاج کے راہ خدا میں خرچ کیا جائے، ظالم کو معاف کیا جائے، مصائب پر صبر کیا جائے اور دنیاوی تکالیف ومشکلات، آخرت کے یقین کی وجہ سے آسان وخوشگوار ہو جائیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان سب چیزوں کا حکم دیا ہے اور ان کے حدود مقرر فرما دیئے ہیں۔ ان میں مال کا خرچ کرنا بھی ہے جو بہت سے حدود وقیود کے ساتھ وابستہ ہے اور اس کی اہمیت اتنی ہے کہ ایمان اور نماز کے ساتھ قرآن مجید میں جگہ جگہ اس کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل نماز کے بارے میں فرماتا ہے۔

قالوا لم نك من المصلين ۔ ولم نك نطعم المسكين وكنا نخوض مع الخائضين۔

(وہ کہیں گے ہم تو نہ نماز پڑھا کرتے تھے اور نہ ہم غریب کو کھانا کھلایا کرتے تھے اور مشغلہ میں لگنے والوں کے ساتھ ہم بھی مشغلہ میں پڑے رہتے تھے)

دوسری مصلحت کا تعلق شہر سے ہے اس کے لئے ضعفاء واہل حاجت جمع ہوں گے اگر ان کی ہمدردی واعانت کی یہ سنت نہ ہو تو یہ سب جھوک سے اک ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ شہروں کا نظام ں پر قائم ہوتا ہے اور ان شہروں کی حفاظت کے ذمہ اور وہاں کے مدبرین ومنتظمین اپنی ان مشغولیات ذمہ داریوں کی وجہ سے کوئی باقاعدہ ذریعہ معاش میا نہیں کر سکتے۔ ان کی معیشت کا انحصار بھی اسی پر تا ہے۔ مختصر کہ اخراجات یا چندے نہ سب کیلئے آسان ہیں نہ ممکن۔ اس لئے رعیت سے ان مصالح کے لئے مقررہ رقم وصول کرنا مناسب دستور ہے۔

اور چونکہ مصلحت کا تقاضہ یہ تھا کہ یہ دو مصالح باہم لازم وملزوم رہیں اس لئے شرع نے بھی اس کو ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ رکھا ہے۔''

علامہ بحر العلوم فرنگی محلی لکھتے ہیں کہ زکوۃ ٹیکس نہیں۔ بلکہ دوسری عبادتوں کی طرح خالص اللہ کی عبادت ہے وہ کہتے ہیں کہ

''ادائیگی زکوۃ کے وقت نیت کی درستی بہت ضروری ہے، اس لئے کہ زکوۃ بہت بڑی عبادت ہے جس طرح نماز کا مقصد سوائے حصول ثواب کے کچھ نہیں۔ چنانچہ نیت اس کے لئے فرض ہے۔ اگر بلانیت کے ادا کرے گا تو جس طرح نماز بلانیت کے نہیں ہوتی۔ زکوۃ بھی نہیں ادا ہوگی۔

البتہ نماز بلانیت کے باطل ہو جاتی ہے۔ بخلاف زکوۃ کے جو بلانیت کے ہدیہ ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ہدیہ کا ثواب اس کو ضرور حاصل ہوگا اس لئے اللہ تعالیٰ نیکوکار کے عمل کو ضائع نہیں کرتا۔''

زکوۃ کی بہت سی ایسی نمایاں خصوصیات ہیں جو انسان کے خود ساختہ قوانین اور حکومت کے عائد کردہ ٹیکسوں سے بہت مختلف ہیں۔ ان مابہ الامتیاز خصوصیات نے زکوۃ کو ایک خاص رنگ اور مزاج بخشا ہے، اس کو دینی تقدس اور پاکیزگی عطا کی ہے اور اس کے اندر زندگی اور اخلاق پر اثر انداز ہونے اور خدا و بندہ کے تعلق کو استوار کرنے کی ایسی قوت وصلاحیت پیدا کر دی ہے جو کسی دوسرے دنیاوی ٹیکس میں (خواہ اس میں انصاف اور اعانت کو زیادہ سے زیادہ ملحوظ رکھا گیا ہو) نہیں ہے اور نہ ممکن ہے۔

ان خصوصیات میں سب سے نمایاں بنیادی اور مؤثر چیز ایمان واحتساب کی وہ روح ہے جو اس فریضہ میں جان ڈالتی ہے۔ اس روح یا اسپرٹ سے رسمی ٹیکس، سرکاری قوانین اور معاشی حد بندیاں قدرتی طور پر بالکل محروم ہیں بلکہ اس کے برعکس ان میں ناراضی، گرانی اور بددلی کا عنصر بہت نمایاں ہوتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ٹیکس دینے والا یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ یہ ٹیکس اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا گیا ہے۔ اور اس پر اجر وثواب ملے گا بلکہ وہ جانتا ہے کہ یہ ٹیکس لگانے والے خود اس جیسے انسان ہیں اور شاید اس سے بھی پست تر ہیں اور اس ٹیکس سے ہونے والی آمدنی زیادہ تر تعیشات، اپنے اقتدار کو محفوظ رکھنے یا چند اشخاص اور مخصوص پارٹیوں کے مفاد پر خرچ ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ان ٹیکسوں کے ساتھ ذہنی ترغیب وتربیت کی کوئی قوت نہیں ہوتی بلکہ اس کے بجائے جرمانے، دھمکیاں، سزائیں اور خشک وسخت قوانین ہوتے ہیں جن سے عوامی ناراضی اور بے اطمینانی وبےچینی میں برابر اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

ان حکمتوں کی وجہ سے جن کے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا، قرآن وحدیث اور نبوی تعلیمات میں زکوۃ کا ذکر ہمیشہ فضائل دنیا وآخرت میں اس کے نتائج وثمرات، اجر وثواب، مال ودولت میں برکت، یا زکوۃ نہ ادا کرنے والوں کو عذاب الیم کی وعید اور بے برکتی کے ساتھ کیا گیا ہے۔

(بشکریہ ندائے ملت)

دعائے مغفرت

جناب سید محمد ادریس حسنی صاحب کا اپنے آبائی وطن رائے بریلی میں جمعہ ۱۷ اکتوبر ۲۰۰۳ء کو انتقال ہو گیا۔ مرحوم جناب سید ابراہیم حسنی صاحب مقیم کویت کے بھائی تھے اور حضرت ناظم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہم کے بچپن کے ساتھی تھے۔ ادارہ جناب ابراہیم حسنی ندوی صاحب اور مرحوم کے پس ماندگان واعزہ کی تعزیت کرتا ہے اور قارئین سے مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

خطبۂ صدارت

اجتماع عام آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

(منعقدہ: ۱۹/ اکتوبر ۲۰۰۳ء - پٹنہ (عظیم آباد)

● مولانا محمد رابع حسنی ندوی (صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ)

الحمد لله رب العالمين ، و الصلاة و السلام على سيد المرسلين و خاتم النبيين محمد ، و على آله و صحبه أجمعين ، أما بعد :

حضرات! ہمارے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے آغاز کو تقریباً ۲۳ سال ہو رہے ہیں۔ جس کو ایک تہائی صدی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، یہ ایسی مدت ہے جس میں ایک انسان کی کارگزاری کا زمانہ عموماً ختم ہو کر دوسری نسل کی کارگزاری کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس مدت میں جو کارگزاری ہوئی اس کا جائزہ لینے کا یہ ایک موقع ہوتا ہے تاکہ موجودہ ذمہ دار حضرات اپنے پیش رؤوں کی فکرمندی اور ادائیگیٔ عمل سے سبق لیں، اور اس سے آئندہ کے کام کے سلسلہ میں زادِ راہ حاصل کریں۔

ہم اس نقطۂ نظر سے جب جائزہ لیتے ہیں تو ہم کو یہ نظر آتا ہے کہ ہمارے بڑوں نے جنھوں نے کام کی یہ عظیم ذمہ داری سنبھالی تھی نہایت ہی ذمہ دارانہ اور نتیجہ خیز طریقہ سے مفوضہ کام انجام دیا، آج سے تین دہائی پہلے جب اس بورڈ کی تشکیل ہوئی تو شریعت اسلامی کو اپنے مقام سے ہٹانے اور اس میں محض اپنی انسانی سمجھ سے ردوبدل کرنے کی آوازیں اٹھنا شروع ہوئی تھیں، یہ وہ وقت تھا کہ ہندوستان میں مسلمان اقلیت کو اپنی زندگی کے تحفظ کے سلسلہ میں جو خطرات تقسیم ملک کے واقعہ کے نتیجہ میں پیش آرہے تھے، ان سے کسی حد تک محفوظ رہنے کی فضا بنی تھی، ابھی اس کی طرف سے مسلمان پورے مطمئن نہیں ہوئے تھے کہ اسلامی شریعت کو پسند نہ کرنے والوں کی طرف سے اس کو بدلنے کی خواہش ظاہر کی جانے لگی، ہمارے باغیرت اور اہل شعور علماء اور عوام نے اس خطرہ کو عظیم خطرہ سمجھا، کیونکہ مسلمانوں کا اصل تشخص ان کی شریعت کے صحیح تشخص ہی سے وابستہ ہے، اور اگر یہ تشخص باقی نہ رہے تو امت کی وہ انفرادیت یا خصوصیت جس پر امت کا تعین اور تشخص ہوتا ہے وہ ختم ہو جاتی ہے، جس کے معنی ہوتے ہیں کہ خود امت کا تحفظ بھی باقی نہ رہا کیوں کہ اگر امت کا تشخص دوسری امتوں کے تشخص میں گم ہو گیا تو پھر یہ امت ہی کب باقی رہی اسلامی شریعت ایک جامع قانونِ زندگی اور انسانی زندگی کے سارے پہلوؤں کی رعایت رکھنے والا، اور ان میں رہنمائی کرنے والا قانون ہے، اس میں عقیدۂ توحید اور آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو اصل بنیاد کی حیثیت حاصل ہے، اس کے ماننے پر ہی مسلمان مسلمان کہلاتا ہے، اس شریعت میں اس کے ماننے والوں کی زندگی کی فطری ضرورتوں اور تقاضوں کی پوری رعایت رکھی گئی ہے، اس کو دوسرے آسمانی مذاہب کی شریعتوں کے مقابلہ میں ایک یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس میں اس کے ماننے والوں کی زندگی کا ضابطہ عمل مکمل شکل میں دے دیا گیا ہے، اس شریعت کے مکمل شریعت ہونے ہی کی بنا پر اس میں کسی تغیر اور تبدیلی کی ضرورت باقی نہیں رہ گئی، دین وشریعت اسلامی کی یہ تکمیل خود انسان کے خالق ومعبود پروردگار عالم کی طرف سے کی گئی، جس کو قرآن مجید میں "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا" (سورہ المائدہ ۳) کے الفاظ سے صراحت کے ساتھ بتایا گیا ہے، اس دین حق کے نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس دین اور اس کی شریعت کی حفاظت کی ذمہ داری ان کی امت کے علماء اور اس دین کے جاننے والوں پر آئی، جس کو اس امت کے علماء نے ہمیشہ پورا کیا، چنانچہ جب اس ملک میں اس شریعت کے تحفظ کے لئے خطرہ محسوس کیا گیا تو اس کے لئے یہاں کے علمائے حق نے اس کو روکنے کی ذمہ داری کو پورا کرنے کے لئے اس جامع اور نمائندہ ادارہ مسلم پرسنل لا بورڈ کی تشکیل کی، اور الحمد للہ اس ادارہ نے اپنا فریضہ بخوبی انجام دیا، اس کے لئے ہم اپنے پیش رؤوں کے اخلاص اور کارگزاری کے معترف اور شکرگزار ہیں، اب ہمیں اس بات کی طرف پوری توجہ کرنا ہے کہ شریعت اسلامی کے تحفظ کے سلسلہ میں ان کے بعد جو ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے اس کو ہم انہیں حضرات کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی ممکنہ صلاحیتوں کے ذریعہ پوری فکرمندی کے ساتھ انجام دیں، ہمارے لوگوں پر اس وقت اسلامی شریعت کے تحفظ کے سلسلہ میں دوہری ذمہ داری عائد ہوتی ہے، ایک اندرونی دوسرے بیرونی، یہ دونوں ذمہ داریاں در اصل ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں، یہ ذمہ داری یہ ہے کہ ہم اس بات کی فکر رکھیں کہ اسلامی شریعت یعنی مسلمان کی زندگی کے لئے مذہب کی طرف سے جو تعلیمات ہیں ان پر مسلمان عمل کریں اور اس کے تحفظ کو قائم رکھنے کی راہ میں باہر سے کوئی رکاوٹ

ڈالی جائے تو اس کو دور کریں، ہم پر یہ ذمہ داری ہے کہ دین وشریعت کی اس حفاظت کے سلسلہ میں ممکنہ وسائل اور تدابیر اختیار کریں، اسی کے تحت ہماری عملی زندگی کے وہ مسائل آتے ہیں، جن کو پرسنل لا کی اصطلاح سے موسوم کیا جاتا ہے، اور اسی میں سول کوڈ کے وہ سب مسائل بھی آتے ہیں جن کے سلسلہ میں ہماری شریعت میں متعین ہدایات دی گئی ہیں لہٰذا ان میں ہم کوئی تبدیلی اور تغیر قبول نہیں کر سکتے اور نہ ان کو کسی دیگر مذہبی تعلیمات میں ضم کر سکتے ہیں۔ چنانچہ یکساں سول کوڈ کی جو آواز مختلف جگہوں سے اب پھر آنے لگی ہے وہ ہمارے مذہبی تحفظ کے ساتھ کسی طرح ہم آہنگ نہیں ہوسکتی، اسلامی شریعت کے بعض مسائل کو جو اسلام کو ناپسند کرنے والے لوگوں کی طرف سے اس وقت موضوع بحث بنایا جارہا ہے کہ ان میں تغیر کیا جائے یا دیگر مذاہب یا مروجہ قوانین میں ضم کردیا جائے اس سے شریعت اسلامی میں تبدیلی پیدا ہوتی ہے جیسے نکاح یا طلاق کے سلسلہ کے مسائل اور متبنیٰ بنانے کے سلسلہ کے مسائل اور وراثت کی شرعی تقسیم کے مسائل جن سے ہمارے پیش رؤوں کو سابقہ پڑا تھا جس کو انھوں نے بخوبی حل کیا، اور اس طرح انھوں نے شریعت اسلامی کے قانون کی حفاظت کی۔ یکساں سول کوڈ کا مسئلہ بھی آیا تھا پھر حکومت کے اعلان کے بعد وہ دب گیا تھا کہ اس کو نافذ نہیں کیا جائے گا لیکن اب پھر اس کی آوازیں اٹھ رہی ہیں، ہم کو جمہوریت اور سیکولرزم اور دستور کے اصولوں کے مطابق اس کا بھی مقابلہ کرنا ہے تاکہ ہماری شریعت کا صحیح تحفظ ہوسکے، یہ مذکورہ مسائل اسلامی شریعت کے تحفظ کے بیرونی دائرے کے مسائل ہیں جو ہماری ذمہ داری میں آتے ہیں لیکن اندرونی دائرہ میں ہم کو اپنے معاشرہ کے اندر دیکھنا ہے کہ ہم خود اپنی شریعت کا تحفظ اور اس کا التزام کس حد تک اپنے زندگیوں میں کرتے ہیں اس لئے یہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے کہ ہم دوسرے سے تو مطالبہ کریں کہ تم ہماری شریعت اور دین پر عمل کرنے سے ہم کو نہ روکو اور ہم خود ان کو اپنی عملی زندگیوں میں مجروح کرتے رہیں، ہمارے سامنے قرآن مجید کا یہ صریح حکم ہے کہ ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (سورۃ النساء: ۶۵) لہٰذا ہمارے بورڈ کے سامنے شریعت کے تحفظ کے سلسلہ میں ہماری زندگیوں کی اندرونی بدعملیوں کو بھی دور کرنے کی کوشش کرنا ہے۔

حضرات! ہمارے سامنے کچھ عرصہ سے بابری مسجد کا مسئلہ بھی زیر فکر وتوجہ کا باعث بنا ہوا ہے، اسلام میں مسجدوں کا جو شرعی تقدس ہے، بابری مسجد کے سلسلہ میں اس کو ختم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، اس مسئلہ نے مذہبی رنگ سے شروع ہوکر سیاسی مصلحتوں کا رنگ بھی اختیار کرلیا ہے، اس کی وجہ سے مسئلہ کی دشواری میں اضافہ ہوگیا ہے، اگرچہ بورڈ کا کام اصلاً مذہبی رخ کو پیش نظر رکھنا ہوتا ہے لیکن اس مسئلہ کے حل میں اس پہلو سے بھی سابقہ ہے، جس کے لئے ہم کو قانونی ماہرین سے مدد لینا ہوتی ہے دوسرا ایک اہم مسئلہ مدارس اسلامیہ کا تحفظ ہے جن کو کچھ مدت سے الزامات کا سامنا ہے۔ اور اس کی وجہ سے ان کے تحفظ کے لئے فکر کی ذمہ داری ہے۔

حضرات! یہ وہ مسائل ہیں جن سے ہمارے بورڈ کو اس وقت بطور خصوصی سابقہ ہے۔ بورڈ نے اپنے گزشتہ مجلس عاملہ کے اجتماعات میں ان پر غور وفکر کیا اور تدابیر طے کیں اور ان مسائل کو خصوصی طور پر حل کرنے کے لئے کمیٹیوں کی تشکیل کی۔

ان میں بابری مسجد کمیٹی، اصلاح معاشرہ کمیٹی، دارالقضاء کمیٹی، تحفظ مدارس اسلامیہ کمیٹی، خاص طور پر قابل ذکر ہیں، بابری مسجد کمیٹی نے بابری مسجد کے سلسلہ کے مقدمات اور اجودھیا میں مسجد کے مخالف عناصر کی طرف سے قانون شکنیوں اور قابل اعتراض طریقوں کے اختیار کئے جانے پر نظر رکھنے اور جمہوری اور دستوری طریقہ سے ان کا مقابلہ کرنے کی پوری فکر رکھی، جس کی کارکردگی کی رپورٹ ہمارے عاملہ کے جلسوں میں آتی رہی، بابری مسجد کے مسئلہ کے سلسلہ میں مخالف عناصر کی طرف سے بات چیت کے عنوان سے بعض ایسی باتوں پر بھی راضی کرنے کی کوشش کی جاتی رہی جو ظاہراً قابل قبول حل نکالنے کی تھی، لیکن اندرونی طور پر ان سے مسجد کے سلسلہ میں مسلمانوں کے موقف کو نقصان پہنچتا، ان کوششوں کو ظاہری طور پر مناسب محسوس کیا گیا لیکن ان کی حقیقت ظاہر ہونے پر ان کو ماننے سے معذرت کردی گئی بورڈ کا موقف یہ ہے کہ ہم جب کہ ایک سیکولر دستوری اور جمہوری ملک میں رہتے ہیں تو بات چیت اور افہام وتفہیم کے مواقع کو ہم آنکھ بند کرکے مسترد نہیں کرسکتے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم اپنے مسائل کی بنیادی حقیقتوں سے روگردانی کریں مسجد کی جگہ مقدس ہے اور وہ وقف للہ ہے، وقف للہ ہونے کے بعد بندوں کو اختیار نہیں رہتا، اس لئے ہم مسجد کی جگہ کی نوعیت کے سلسلہ میں شریعت کے دیئے ہوئے احکام کے دائرہ میں رہتے ہوئے ہی کوئی فیصلہ کرسکتے ہیں۔ اس اصول کے ساتھ بات چیت کرنے میں اور نزاع اور ٹکراؤ دور کرنے کے لئے قابل قبول حل تلاش کرنے میں ہم کو انکار نہیں، یہی بات یکساں سول کوڈ اور پرسنل لا کے سلسلہ میں بھی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مقرر شدہ ہے جس کی بورڈ کی تشکیل کے وقت سے وضاحت کی جاتی رہی ہے اور اسی کے مطابق طریقہ کار اختیار کیا جاتا رہا ہے، یہ دونوں مسئلے شریعت اسلامی کے مقرر کردہ اصولوں کے تحت رہتے ہوئے ہی زیر عمل لائے جاسکتے ہیں اور ان میں کوئی محض اپنی رائے اور عام سمجھ سے کوئی نئی بات نہیں کرسکتا۔

ہمارے مدارس اسلامیہ دینیہ کے متعلق غلط

الزام تراشیاں کچھ دنوں سے کی جارہی ہیں، وہ بھی بہت قابل اعتراض بات ہے یہ باتیں حقیقت حال کو معلوم کئے بغیر مسلمانوں کی اسلامی تحفظ کی بنیادوں کو توڑنے اور دوسروں میں ضم کرنے کے رجحان کا پتہ دیتی ہیں ہمارے مدارس نہ صرف یہ کہ پرامن اور انسانیت نواز مقاصد کے حامل ہیں بلکہ ملک کی ترقی میں اور ملک کی قومی ضرورت کے ایک اہم جز کو پورا کرتے ہیں، اور سچی بات یہ ہے کہ اس سے ایک طرف ملک کی تعلیمی ضرورت کو پورا کرنے کی جو ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے، اس کے ایک حصے میں یہ مدارس حکومت کے بوجھ کو ہلکا کرتے ہیں اور مزید یہ کہ ملک کی اقلیت کے اقتصادی طور پر کمزور ہونے کی صورت میں یہ مدارس ان کو تعلیم کے مالی بوجھ سے ہلکا کرکے ان کی مجبوری کا حل نکالتے ہیں اس لئے کہ یہ مدارس مفت تعلیم اور مفت رہائش کی بنیاد پر تعلیم دیتے ہیں۔ بورڈ کی طرف سے ایک کمیٹی اس بات کو سمجھانے کے لئے اور مدارس کی انتظامیہ کو اپنے انتظامات میں زیادہ سے زیادہ باقاعدگی لانے کی طرف توجہ دلانے کے لئے قائم ہے اور وہ کام کررہی ہے۔

تحفظ ملت کے سلسلہ کا ایک مسئلہ یہ بھی اہم ہے کہ مسلم قوم کی نئی نسل کو زیادہ سے زیادہ تعلیم کی ضرورت کا احساس دلانے اور زیادہ سے زیادہ افراد کو تعلیم یافتہ بنانے کی طرف توجہ دلانے کی طرف توجہ کی جائے، اور اس کے لئے ضروری تدابیر بھی اختیار کی جائیں۔ تعلیم یافتہ بنانے کا مطلب اپنے زمانہ کی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے علم کے شعبوں کو اختیار کرنا ہے، اور ساتھ ساتھ شریعت اسلامی کی بنیادی تعلیمات سے لازماً واقف کرانا ہے۔

بورڈ کی نظر میں شریعت اسلامی کی پابندی کا مسئلہ بہت اہم ہے، مسلم معاشرہ جو غیر معمولی طریقہ سے کم زوری اور بگاڑ کا شکار ہوگیا ہے، اس کو درست کرنے کی ذمہ داری سب پر عائد ہوتی ہے چنانچہ شریعت اسلامی کے ضوابط کی پابندی کرانے کی طرف توجہ بہت ضروری ہے۔ مسلمانوں کے درمیان جو آپسی نزاع اور جھگڑے پیدا ہوتے ہیں، چاہے وہ نکاح طلاق کے معاملے ہوں یا وراثت کے ہوں ان کو حل کرنے کے لئے مسلمانوں کو ضروری رغبت دلانا اور شریعت کی پابندی کی تاکید کرنا اور ان کو اس بات کی تلقین کرنا کہ اگر وہ آپس کے افہام وتفہیم سے حل نہ ہوں تو اسلامی پنچایت جس کو دارالقضاء کہتے ہیں اس کے ذریعہ حل کیا جائے، اس کے لئے باقاعدہ مہم چلانے کی خاطر بورڈ نے اصلاح معاشرہ کمیٹی قائم کی ہے جس نے اپنی ذمہ داری انجام دینا شروع کردی ہے، اس کمیٹی کی شاخیں ملک کے مختلف حصوں میں قائم ہوگئی ہیں مرکزی کمیٹی اور مقامی کمیٹیاں اپنے اپنے امکانات کے مطابق کام کررہی ہیں، لیکن اس میں سارے مسلمانوں کو تعاون دینے کی ضرورت ہے، اور اس کے لئے ایک مفید طریقہ یہ بھی ہے کہ شریعت کے حکم کے خلاف عمل کے ارادہ کی اطلاع عمل کئے جانے سے پہلے جیسے ہی ملے چند مؤثر افراد صاحب معاملہ سے نجی دائرہ میں رہتے ہوئے ملاقات کرکے ان کو شریعت کی پابندی کی تلقین کریں، اس سے فائدہ کی توقع زیادہ ہے، اصلاح پسند افراد اس کی افادیت کو محسوس کرتے ہوئے محض رضائے الٰہی کے لئے اور داعیانہ جذبہ سے اس کام کو انجام دیں، اس کا اجر ان کو آخرت میں ملے گا۔

شریعت پر عمل کرنے کے سلسلہ میں جو آپسی نزاعات ہوتے ہیں ان کے حل میں سہولت پیدا کرنے کے لئے بورڈ نے دارالقضاء کا نظام زیادہ سے زیادہ پھیلانے کا منصوبہ بنایا ہے، جس کو بروئے کار لانا دارالقضاء کمیٹی کے سپرد کیا گیا ہے۔

حضرات! مرد وعورت کے ازدواجی تعلقات کے سلسلہ میں مردوں سے اپنی رفیقۂ حیات کے ساتھ جو بعض وقت زور دستی کے واقعات پیش آتے ہیں ان کو بنیاد بنا کر اسلامی شریعت کو الزام دینے کی کوشش کی جاتی ہے، حالانکہ اسلامی شریعت اس سے بالکل بری ہے اس نے عورتوں کے حقوق مردوں پر اور مردوں کے حقوق عورتوں پر بہت واضح طریقہ سے بتادیئے ہیں، غلط کاری جو ہوتی ہے اس کا ذمہ دار غلطی کرنے والا ہوتا ہے، ایک اہم بات یہ ہے کہ کسی بھی اجتماعی زندگی میں ایک کو بڑا بنانا پڑتا ہے، تاکہ نظم وانتظام صحیح قائم ہوسکے، اور خاص طور پر وہ شخص جو ضرورتوں کے اخراجات کا ذمہ دار ہو اس کو یہ حق زیادہ حاصل ہوتا ہے کہ اس کو بڑا سمجھا جائے اس بنیاد پر مرد وعورت میں جب رشتہ قائم ہوگا تو مرد کو اس سلسلہ میں ایک طرح کی برتری حاصل ہوگی، یہ اس لئے بھی ہے کہ اسلامی قانون کے تحت ازدواجی زندگی میں عورت کے سارے اخراجات مرد کے ذمہ ہوتے ہیں اور وہ اسی سطح کے مطابق ہوتے ہیں جس سطح سے مرد کی ضرورت کے اخراجات ہوتے ہیں، نیز ازدواجی تعلق قائم ہونے کے وقت تقریب عقد سے تعلق رکھنے والے اخراجات بھی صرف مرد کے ذمہ ہوتے ہیں، عورت اور اس کے والدین کے ذمہ کوئی سرفہ نہیں ہوتا مرد کو ان اخراجات کو برداشت کرنے کے ساتھ ساتھ عورت کو اس کی زوجیت میں آنے کی بنا پر مرد کی طرف سے ایک وقیع نذرانہ بھی دیا جانا ضروری رکھا گیا ہے، جو مہر کہلاتا ہے، اور وہ خالص عورت کی ملکیت ہوتا ہے اور اس کے مکمل اختیار میں ہوتا ہے مرد وعورت کے مابین تعلقات کے سلسلہ میں زمانہ ازدواجیت کے دوران کسی وجہ سے کشیدگی ہوجائے تو شریعت کی طرف سے اس کے حل کا ایک مکمل طریقہ کار رکھا گیا ہے اس کو اختیار کرنے کی صورت میں کسی فریق کو حق تلفی یا زیادتی کی شکایت نہیں ہوسکتی۔

شریعت اسلامی میں ان سب ہی پہلوؤں کو بتایا گیا ہے، شریعت اسلامی پر ایمان رکھنے والوں کو ان کو تسلیم کرنا ہوتا ہے اور اس کے مطابق عمل کرنا ہوتا

ہے، اس کے مطابق عورت کی عزت وحرمت اور اس کی ضروریات معیشت اور اس کی حفاظت اور اس کی باعزت حیثیت کا لحاظ کرنا بھی مرد پر لازم قرار دیا گیا ہے، ان باتوں کو صحیح طور پر جاننے اور ان پر عمل کرنے سے مسلمانوں کے معاشرہ میں بہتری لائی جاسکتی ہے یہ کام سب اہل شعور مسلمانوں کا ہے اور اس کو بھی اصلاح معاشرہ کمیٹی نے اپنی ذمہ داری میں لیا ہے۔

دراصل اسلامی شریعت ایسی عادلانہ اور حکیمانہ شریعت ہے کہ اس کو صحیح طور پر معلوم ہونے پر ذہنوں میں جو خدشات اٹھتے ہیں اس شریعت کو سمجھنے کے بعد یہ خدشات ختم ہوجاتے ہیں۔

گزشتہ مدت میں عورتوں کی طرف سے مردوں کے رویہ کے سلسلہ میں جو شکایات ظاہر کی گئیں ان کو بعض وقت شریعت اسلامی سے جوڑا گیا، حالانکہ شریعت اسلامی کے سلسلہ میں کسی طرح کے شبہات صحیح نہیں ہیں، نکاح نامہ کی بات چلائی گئی اس کے انجام دینے میں بورڈ کے سامنے کوئی خاص رکاوٹ نہیں۔ بورڈ کی طرف سے اس سلسلہ میں ضروری رویہ اختیار کیا جارہا ہے۔

حضرات! اسلامی شریعت کے تحفظ کا مسئلہ ملت اسلامیہ ہندیہ کا بنیادی اور مشترکہ اور متفقہ مسئلہ ہے اسی لئے اس میں مسلمانوں کی مختلف جماعتوں اور اداروں کی مشترکہ تائید وتعاون کے ساتھ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی تشکیل عمل میں لائی گئی تھی اور ان سب کی متفقہ تائید وشرکت ہی سے مسلمانوں کا یہ مشترکہ ادارہ الحمدللہ برابر کام کر رہا ہے، مسلمانوں کی دیگر جماعتوں اور اداروں کے دین وملت کی خدمت کے سلسلہ میں اپنے اپنے مختلف موضوعات اور طریقہ ہائے کار ہیں، انہی کے لحاظ سے ان کی طرف سے کام انجام دیا جاتا ہے، لیکن بورڈ ان سب کے مشترکہ اور بنیادی مقصد یعنی شریعت اسلامی کے تحفظ وتقویت کے لئے قائم کردہ پلیٹ فارم ہے، اس لئے وہ اصلاً اسی متفقہ اور بنیادی مقصد کے دائرے تک اپنے کو محدود رکھتا ہے اور اس بات کا لحاظ رکھتا ہے کہ دیگر فروعی یا اختلافی مسائل سے وہ اپنے کو بڑی حد تک الگ رکھے اور حتی الوسع ان میں دخل نہ دے البتہ ان کے لئے کام کرنے والی جماعتوں میں سے کسی جماعت کے کام کی تائید وتعاون کا تقاضا ضروری ہو تو اس میں تعاون کرے لیکن اس کے سلسلہ میں ایسا رویہ اختیار نہ کرے جو کسی دوسری جماعت کے خلاف پڑتا ہو، وہ ملت اسلامیہ ہندیہ کا مشترکہ اور متفقہ ادارہ ہے جو ملت کے لئے کام کرنے والوں کے ساتھ تعاون کو بھی اپنا فریضہ سمجھتا ہے البتہ بورڈ یہ تعاون غیر جانب دارانہ طریقہ سے دیتا ہے۔ چنانچہ بابری مسجد کا مسئلہ جب بورڈ کے تعاون کا طالب ہوا تو بورڈ نے اس کو تعاون دینے میں کوتاہی نہیں کی، اس میں اگرچہ بڑی فکر وتوجہ اور مالی مصارف کا بوجھ بورڈ پر پڑ گیا، لیکن بورڈ نے اس ذمہ داری کو قبول کرتے ہوئے پوری تائید وتعاون کا رویہ اختیار کیا اس کے لئے اس نے ایک کمیٹی کی تشکیل کردی تاکہ خصوصی توجہ سے کام انجام دیا جائے۔ اسی طرح مدارس اسلامیہ پر الزام تراشی جب ایسی سطح پر پہنچ گئی کہ مدارس اسلامیہ کے تحفظ کو خطرہ لاحق ہونے لگا تو بورڈ نے اس سے بھی دلچسپی لی، اور خصوصی توجہ کرنے کے لئے اس کے لئے کمیٹی تشکیل دی، اس طرح بورڈ اپنے کو شریعت اسلامی کے تحفظ کی تقویت کے مقاصد کے ساتھ مخصوص رکھتے ہوئے ملت اسلامیہ ہندیہ کی دیگر اہمیت رکھنے والے مسائل میں تعاون کرتا ہے، اس صورت حال میں بورڈ پر مالی دباؤ خاصا پڑ رہا ہے۔ جو بعض وقت کاموں کے تقاضہ کو پورا کرنے میں حارج ہوتا ہے، ضرورت ہے کہ بورڈ کے بااثر ارکان اور شریک ادارے بورڈ کو اس معاملہ میں سہولت حاصل کرانے میں تعاون دیں کیونکہ بورڈ کا کام دراصل سب ہی کا کام ہے۔ اور بورڈ اپنے اختیار کردہ کاموں میں سب کی نمائندگی کرتا ہے۔

حضرات! ہم پٹنہ کے ان سربرآوردہ شخصیتوں اور عوام کا جو بورڈ سے دلچسپی رکھتے ہیں اور انھوں نے اس اجلاس عام سے دلچسپی لی، ان میں محترم ڈاکٹر احمد عبدالحی صاحب پیش پیش ہیں نیز امارت شرعیہ اور بورڈ کے ان ارکان اور ذمہ داروں کا جو اس منعقدہ اجلاس کے داعی اور میزبان ہیں شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے بورڈ کی آواز اس علاقہ کے افراد ملت تک پہنچانے کے لئے اپنی مخلصانہ توجہ اور ملت اسلامیہ کے لئے فکرمندی کا ثبوت دیا، اللہ تعالیٰ ان کو اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے اور یہ اجلاس اپنے مقصد کو بہتر طریقہ سے حاصل کرنے میں کامیاب ہو۔ الحمد لله الذی بمنه وفضله تتم الصالحات.

۞ ۞ ۞

شرائط ایجنسی

۱- پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
۲- فی کاپی پندرہ روپئے کے حساب سے زر ضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳- کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱- فی کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ چالیس روپئے۔
۲- فی کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ پچاس روپئے۔
۳- کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا۔
۴- اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔
۵- انٹرنیٹ اور تعمیر حیات دونوں کا نرخ اشہار فی کالم فی سینٹی میٹر اسی روپئے۔

خط وکتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام وپتہ ضرور لکھیں، اگر جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں۔

خطبۂ صدارت دینی تعلیمی کانفرنس

(منعقدہ: ۱۴/اکتوبر ۲۰۰۳ء - گورکھپور)

● مولانا محمد رابع حسنی ندوی (صدر دینی تعلیمی کونسل)

الحمد لله رب العالمين، و الصلاة و السلام على سيد المرسلين و خاتم النبيين محمد، و على آله و صحبه أجمعين، أما بعد:

حضرات! ہمارا یہ اجتماع جو مسلمان بچوں کی دینی تعلیم کے مسئلہ سے تعلق رکھتا ہے شمالی ہند کے اس معروف شہر گورکھپور میں منعقد ہورہا ہے، گورکھپور میں باشعور مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد ہے، کوئی قوم بھی اگر اپنے اچھے برے کا صحیح شعور رکھتی ہو تو اس کو اپنی ملی ضرورت وحیثیت اور اعلیٰ قدروں کے مطابق زندگی کو استوار کرنے میں کوئی بڑی دشواری پیش نہیں آتی، زندگی کے اصل معاملات کی صحیح ادائیگی کے لئے دراصل ضرورت صحیح شعور کے پیدا ہونے کی ہوتی ہے، اس کے اثر سے مشکل حالات میں بھی آدمی اپنی راہ بنالیتا ہے، ہندوستان میں بدیشی سامراج کے بااثر طاقت بننے اور کامیابیاں حاصل کرنے میں ہماری اسی کوتاہی کا زیادہ اثر پڑا تھا کہ بدیشی غلبہ کے مضبوط ہوجانے کے بعد اس کی چیرہ دستیوں کا صحیح شعور اس ملک کے باشندوں میں پیدا ہوا تھا، اور وہ شعور ایسا زیادہ نہیں ہوا تھا کہ لوگوں کے ذہنوں پر پوری طرح اثر انداز ہو۔

ہندوستان کو جب آزادی ملی تو یہ آزادی زندگی کے سیکولر ڈھانچہ کے اندر ملی، لیکن یہاں کی اکثریت اور اقلیت کے درمیان فرقہ وارانہ احساسات کے بڑے پیمانہ پر اثر انداز ہونے سے سیکولر اصولوں پر عمل کمزور رہا، اور اس کے نتیجہ میں بالا دست فریق کی طرف سے کمزور اور کمتر حیثیت کے فریق پر اپنے فرقہ وارانہ جذبات واحساسات کے باعث تفوق اور تصرف کا عمل رہا، جس سے مسلمان اقلیت کو فوری طور پر تو نقصان ہوا ہی، مزید آگے کے لئے بھی نقصان کی راہ بنی، یہاں اس ملک میں مسلمان ایک وقیع تعداد میں ہونے اور اپنی ملی اور دینی ضرورتوں میں خود کفیل ہونے کی وجہ سے اس بات کی پوری صلاحیت رکھتے تھے کہ اپنے ملی معاملات کو اپنے عوامی وسائل کے ساتھ انجام دیں، اور اپنے ملی تشخص کو اور مذہبی تحفظ کو قائم رکھیں، لیکن ایسا کرنے میں بالا دست فریق کی طرف سے لائی جانے والی رکاوٹوں کا دور ہونا ضروری تھا ہے، جو اس عمل میں حارج ہوتی ہیں، اسک کے ساتھ اہم بات یہ بھی تھی ہے کہ کسی بھی بڑے کام کو انجام دینے کے لئے اس کی اہمیت اور اس کی راہ کی رکاوٹوں کے متعلق صحیح شعور پیدا ہو، چنانچہ آزادی ہند کے بعد جو صورت حال پیدا ہوئی، اور اس کے جو اثرات ملی اور مذہبی تحفظ پر پڑنا شروع ہوئے تھے، اس کو مسلمانوں کے باشعور طبقہ کے صرف محدود افراد نے محسوس کیا، اس کا اہم پہلو نئی نسل کی تعلیم کا اسلامی عقائد وتعلیمات سے ٹکراؤ دور کرنا تھا اس کی فکر کرنے میں ہمارے وسط ہند کے علاقہ دائرہ میں قاضی عدیل عباسی صاحب کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے، اس سلسلہ میں قاضی صاحب نے یہ نظام بنایا کہ کم از کم آغاز عمر کی نسل کے ذہنوں کو غیروں کے عقائد ورجحانات میں ڈھل جانے سے روکنے کے لئے منفی انتظام کے بجائے مثبت انتظام کی طرف توجہ کی جائے، چنانچہ آٹے کی چٹکیوں کی بنیاد پر دینی تعلیم کا انتظام کیا، اور اپنے ضلع بستی سے اس کا آغاز کیا، اور کوشش کی کہ گاؤں گاؤں یہ انتظام پھیلے، اور جہاں دور تک جاسکے وہاں پہنچایا جائے، اس میں ان کو متعدد مخلص رفقاء کار ملے، اور ان سب نے مشورہ سے اس نظام کو ترقی دی، اور الحمدللہ اس نظام نے بڑا اثر ڈالا، اور اس کی افادیت کو سب نے تسلیم کیا، اور آج ان کے قائم کردہ اس نظام کے تحت جو دینی تعلیمی کونسل کے نام سے موسوم ہے، اور اس کی ضلعی شاخیں انجمن تعلیمات دین کے نام سے نصف صدی کے قریب تک پھیلی ہوئی تاریخ میں اپنی کوششوں کے نتائج کی ایک فہرست رکھتی ہیں، اور ملک کے جو حالات ہیں ان میں اپنی افادیت اور ضرورت کو برابر ثابت کررہی ہیں، اور ان کی کامیابی کی مقدار کو سامنے رکھتے ہوئے امت کے اس شعور کا اچھا اظہار ہورہا ہے کہ امت کو اپنے ملی اور مذہبی تحفظ کی ضرورت کا احساس ہے۔

گورکھپور کے باشعور مسلمانوں نے دینی تعلیمی کونسل کے کام کا جائزہ لینے اور اس کو تقویت پہنچانے کے وسائل پر غور کرنے کے لئے آج اپنے یہاں جو جلسہ منعقد کیا ہے، اس سے ان کے ملی شعور کا پتہ چلتا ہے، جو ایک اچھی علامت ہے، لیکن علامت کو صرف علامت تک نہیں رہنا چاہئے بلکہ اس کے اثرات اور نتائج ضرورت کے مطابق وجود میں لانے کی طرف پوری توجہ کرنے کی حاجت ہے۔

حضرات! اس وقت ہم جب ملت کی باعزت اور قدروں کی حامل زندگی کے حالات کا جائزہ لیتے ہیں، اور ہماری دینی تعلیمی کونسل جو اپنے تجربات و مشاہدات پر نظر ڈالتی ہے تو ہمارے شعور میں بے چینی پیدا ہوجاتی ہے، کیونکہ اس ملک کے مسلمانوں کے اپنے ملی تشخص کے بقاء کے حالات میں ہمیں بڑی سنگینی نظر آتی ہے اسی کے ساتھ مسلمانوں کے ملی

شعور میں خاصی کمی نظر آتی ہے، دینی تعلیمی کونسل کوئی حکومتی ادارہ نہیں ہے، وہ ایک عوامی ادارہ ہے، اگر عوام کی طرف سے اس کی پوری ہمت افزائی نہیں ہوتی اور اس کو جس طاقت کی ضرورت ہے اس کو وہ طاقت اپنی ملت سے پوری پوری حاصل نہیں ہوتی تو وہ جو بھی پروگرام بنائے، اور جو بھی نظام طے کرے وہ ملت کی ضرورت کو زیادہ پورا نہیں کرسکتا، اور جب کہ اس ملک میں فرقہ وارانہ مخفی ذہنیت کی وجہ سے بڑے نقصانات سامنے آرہے ہیں، اور ملت کی زندگی کی اعلیٰ قدروں میں تبدیلی پیدا کئے جانے کے اثرات ظاہر ہونا شروع ہوگئے، ایسی صورت میں اس کام کی اہمیت بہت زیادہ سامنے آرہی ہے، اور اس کو عوام میں تقویت ملنے میں کمی پائے جانے سے افسوس ہوتا ہے، اور مستقبل کے خطرات کے احساس بڑھ جاتا ہے، گزشتہ زمانہ میں جب اس ملک میں مسلمانوں کا وقار اور عزت اپنے صحیح مقام پر تھی اور ان میں اپنی ملی قدروں کا احساس بھی عام تھا تو مسلمانوں کی آغاز عمر کی نسل کا نشو ونما ان کے بڑوں کی توجہ کے ساتھ ہوتا تھا اور وہ مناسب تربیت پاتی تھی، وہ یہاں پھیلے ہوئے عقیدۂ شرک سے اجتناب کے ساتھ اور خدائے واحد کی عظمت اور اس کی صحیح تابعداری کے احساس کے ساتھ اور امت مسلمہ کے صحیح عقائد و رجحانات کے مبادی سے واقفیت اور ان پر یقین کے ساتھ پروان چڑھتی تھی، گھروں میں اور گھروں کے باہر مسجدوں میں اس نئی نسل کو آغاز عمر ہی سے صحیح ذہنی غذا ملنا شروع ہوجاتی تھی، جس کے انجام دینے والے گھر کے بزرگ اور بوڑھے افراد ہوتے تھے، اس کے ساتھ مسجدوں کے امام ومؤذن حضرات سے مدد لی جاتی تھی، یہ سلسلہ جدید ہندوستان میں اب موقوف ہوچکا ہے، اور اس کا کوئی متبادل سلسلہ باقاعدہ قائم نہیں ہوسکا، اب صرف نئی نسل کے وہی بچے ان خطرات سے محفوظ ہو پارہے ہیں جو علوم دینیہ کے مدارس میں بھیجے جاتے ہیں، لیکن ان کی تعداد سو میں تین چار سے زیادہ نہیں، باقی تعداد دینی اقدار کے لحاظ سے برباد ہورہی ہے، کیونکہ گھروں میں وہ سابق نظام باقی نہیں رہا، اور اس کے بجائے بازاروں کی اشتہاری دنیا اور روزانہ اخبارات کی طرف سے غیر محتاط رخ دینے اور پھر ٹی وی کے پروگرام جن سے ہمہ دم سابقہ پڑتا ہے، وہ نئی نسل کو کس خطرناک تغیر کی طرف لیجارہے ہیں اس کا اندازہ سب کرسکتے ہیں، ایسی صورت میں اگر ہم ان حالات کو بدل نہیں سکتے، کیونکہ یہ ملک کی قومی زندگی میں اس طرح سرایت کرگئے ہیں جس طرح پانی میں کسی رنگ کی آمیزش سے رنگ سرایت کرجاتا ہے، تو کم از کم ہم اس کا کچھ بدرقہ اختیار کرسکتے ہیں، اور وہ بدرقہ ہمارے یہ ابتدائی تعلیم کے اسلامی پرائمری مدارس ہیں جو دینی تعلیمی کونسل اور اسی جیسے عوامی اداروں کی سربراہی میں عوامی وسائل سے چلائے جاتے ہیں، ان میں قومی اسکولوں میں دی جانے والی ذہنی تشکیل کی غذا سے جو ایک مسلمان کو اپنی ملی اور دینی قدروں سے ہٹانے والی ہے سابقہ پڑنے سے پہلے ہی مسلمان بچوں کو اپنے خدائے واحد اور رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے متعارف کرایا جائے، اور ان سے ان کا مذہبی اور عقائدی رشتہ قائم کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے عقائد کو غیروں کے عقائد کے سامنے تحلیل ہونے سے بچاسکیں۔

مسلمانوں کے لئے مذہب کے سلسلہ میں یہ جاننا اور ماننا ضروری ہے کہ ان کا مذہب توحید کا مذہب ہے، جس میں خدا کو ایک ماننا اور تنہا اسی کی بندگی کرنا ضروری ہے، وہ شرک کی کسی قسم وشکل کو قبول نہیں کرتا، نیز یہ کہ مذہب اسلام بالکل کامل و مکمل مذہب ہے، زندگی کے تمام معاملات میں وہ خیر خواہانہ رہنمائی کرتا ہے، اس کے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان ہی تعلیمات کے لئے بھیجے گئے، ان کی تابعداری اور ان کے احکام پر عمل ضروری قرار دیا گیا، اسلام میں یہ جاننا اور ماننا بھی ضروری قرار دیا گیا کہ انسانوں کی موجودہ زندگی کے بعد دوسری زندگی بھی ہوگی، جس کو آخرت کہتے ہیں، جہاں ہماری اس دنیا کی زندگی میں کئے گئے ہمارے اچھے اور برے کاموں کا بدلہ ملے گا، اسلام کوئی زبردستی کا مذہب نہیں ہے وہ کسی پر زبردستی کرکے اپنے کو ماننے پر مجبور کرنے کو نہیں کہتا وہ اچھی باتوں کی طرف دعوت دیتا ہے، اور سب انسانوں کے ساتھ خواہ گورے ہوں یا کالے، امیر ہوں یا غریب، سب کے ساتھ برابری کا معاملہ کرنے کی تلقین کرتا ہے۔

اسلام نے ہم کو جو تعلیمات دیں ان کا جاننا اور ماننا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے چنانچہ ہم کو اس ملک میں جہاں طرح طرح کے عقیدے اور مذاہب ہیں، اپنی نئی نسل کے ذہنوں کو ان کی عمر کے آغاز ہی میں اسلام کے صحیح عقیدہ وعمل سے واقف کرادینا ضروری ہے، تاکہ وہ اپنے صحیح راستہ سے بھٹکنے سے محفوظ رہیں۔ ہماری دینی تعلیمی کونسل کی ساری جد وجہد یہی ہے، اور اس کے لئے یہ کونسل لوگوں کو متوجہ کرتی ہے، اور اپنے وسائل سے پرائمری تعلیم کے کلاس پانچ تک کے وقت میں اپنے نظام کو قائم کرتی ہے، تاکہ جب بچہ کلاس چھ میں تعلیم کے قومی نظام میں شامل ہو تو اس کے عقائد اور دینی بنیاد صحیح قائم ہوسکے، اور وہ اپنے کو مسلمان ملت کا فرزند سمجھے، اور اپنی بنیادی قدروں سے آشنا ہو، اس میں اس کو دھوکہ کھانے سے اور غیروں کے مخالفانہ اثرات سے محفوظ رہنے کا راستہ مل جائے گا۔

حضرات! ہماری دینی تعلیمی کونسل نے اپنے نظام میں صرف یہی نہیں کیا کہ بچوں کے صحیح ملی اقدار کے تحفظ کے لئے انتظام کیا بلکہ حالات کا بھی برابر جائزہ لینے کا انتظام رکھا کہ ملک کے سیکولر ڈھانچہ میں جس کو دستور نے مقرر کیا ہے، اور جس کی پابندی اقلیت اور اکثریت اور حکومت وعوام سب کو کرنا

ضروری ہے، اس میں چور دروازوں سے عملی سطح پر کیا اقدامات کئے جاتے ہیں؟ اس کا مقابلہ ہماری کونسل اپنے ماہرین تعلیم اور واقفین دستور کی ہوشمندی کے ذریعہ کرتی رہتی ہے، اور دستور اور سیکولرازم کے حوالہ سے اس کو روکنے کی کوشش کرتی ہے، اور الحمدللہ اس کو متعدد خطرات کو دور کرنے کا موقع ملا، بندے ماترم کا مشرکانہ عمل روکنے میں کامیابی حاصل کی، قومی تعلیمی اداروں میں سرسوتی پوجا اور نصاب درس میں ہندو دیو مالا کے ایسے مضامین جو اقلیت کے عقائد کو بگاڑنے والے ہیں، ان کو اقلیت پر عائد نہیں کیا جاسکتا، ان کے بدلنے کے لئے کونسل نے کوششیں کیں، اور کئی بار کامیابی حاصل کی، اور کونسل کے ذمہ دار برابر اس کام میں لگے ہوئے ہیں، اور اس میں ان کو ملت کے باشعور حضرات کے بڑے تعاون کی ضرورت ہے۔

حضرات! ہماری رہنما شخصیتوں کے یکے بعد دیگرے اس دنیا سے رخصت ہوجانے سے پہلے ہم کو صرف کارگذار افراد کی کمی ہی محسوس ہوتی تھی لیکن اب رہنما شخصیتوں کی کمی بھی محسوس ہونے لگی ہے، سکریٹری جنرل وبانی تحریک قاضی عدیل عباسی صاحب اور کونسل کے صدر مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی اور دونوں کے ممتاز رفیق کار ومشیر مولانا محمد منظور نعمانی، اور قاضی صاحب کے بعد کے سکریٹری جنرل ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی صاحب، اور اس تحریک کے اولین اہم رفقا، کار وکیل ظفر احمد صدیقی اور کونسل کے سابق ناظم مولانا محمود الحسن عثمانی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے قائدانہ اور مدبرانہ توجہ اور فکر سے اس تحریک کو آگے بڑھایا اور مضبوط کیا، وہ آج ہم میں نہیں ہیں، لیکن دنیا کے آغاز سے یہی دستور رہا ہے کہ کوئی شخص کتنا ہی اہم اور کارگزار ہو وہ ایک مدت گذارنے کے بعد دنیا سے رخصت ہوجاتا ہے، ضرورت اس بات کی ہوتی ہے کہ رخصت ہونے والے کی جگہ نئے باہمت لوگ لیتے رہیں، اور یہ سلسلہ جتنا قائم رہے گا اتنا ہی کام کا سلسلہ بھی قائم رہے گا، اس وقت سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ اس تحریک کو مردان کار برابر ملتے رہیں، اس کے برعکس ہمارے مشاہدہ میں یہ بات آرہی ہے کہ تحریک کو جتنے افراد کی ضرورت ہے اور اس کام کی اہمیت کا احساس اور ملت کی ضرورت کا شعور جتنا مطلوب ہے اس سے بہت کم حاصل ہورہا ہے، ایسا بڑا کام صرف گنے چنے محدود چند افراد جو وسائل کی بڑی کمی کے باوجود اپنی صلاحیتوں کے مطابق کام میں لگے ہوئے ہیں، وہ ایسے اہم کام کی عظیم ذمہ داری کو اپنے محدود طاقت عمل سے پوری طرح سے انجام نہیں دے سکتے، مسلمانوں میں پڑھے لکھے اور باشعور افراد کی کمی نہیں ہے، ضرورت ہے کہ وہ اس کام کی اہمیت کو اپنے سامنے لائیں، اور جو تعاون ان سے ہوسکتا ہو کریں، میں اس موقر شہر کے موقر مسلمان اہل دانش کی توجہ کو اس طرف مبذول کرانے کے لئے اس محفل کو ایک اچھا موقع تصور کرتا ہوں، اور آپ سب کو دینی تعلیمی کونسل کے مقصد اور طریقۂ کار کو سمجھنے اور اس کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے اس کے ساتھ تعاون کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی نئی تالیف
سیرت محمدی ﷺ انسانیت کے لئے اعلیٰ نمونہ
صفحات: ۴۴
قیمت: ۱۵/روپے
ناشر:-
مجلس تحقیقات ونشریات اسلام،
پوسٹ بکس ۹۳، لکھنؤ

غزل

زمانہ دشمنِ جاں ہے تو کچھ ملال نہ کر
فقیر بن کے کسی سے کوئی سوال نہ کر

نہ تیرے پاس کوئی نقطۂ نظر نہ جنوں
اب اپنے آپ کو اتنا بھی پائمال نہ کر

امیر شہر گراں گوش بھی نہیں پھر بھی
جواب مل نہ سکے گا کوئی سوال نہ کر

کسی کے ساتھ قدم سے قدم ملانے کو
خدا کے واسطے تبدیل اپنی چال نہ کر

مخالفت کا بڑا فائدہ پہنچتا ہے
مخالفت کا مرے یار کچھ خیال نہ کر

یہ جسم خاک میں اک روز مل کے رہنا ہے
تو اپنے جسم کی اتنی بھی دیکھ بھال نہ کر

رشید وقت سے پہلے کسی کو کچھ نہ ملا
نگاہ کام پر رکھ فکر ماہ و سال نہ کر

رشید قریشی

مومن کے لئے چار بشارتیں

مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی

(مولانا سعید الرحمٰن الاعظمی ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء کا نماز جمعہ سے قبل جامع مسجد کاشف العلوم اورنگ آباد میں کیا گیا خطاب جناب کلیم الدین ندوی کے شکریہ کے ساتھ نذر قارئین ہے۔)

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ، بسم اللہ الرحمن الرحیم ﴿الٓمّٓ، احسب الناس ان یترکوا أن یقول امنّا وھم لا یفتنون ولقد فتنا الذین من قبلھم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا ولیعلمن اللہ الکٰذبین﴾ (العنکبوت آیۃ ۱تا۳)

میرے بھائیو اور دوستو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ چھوڑ دیئے جائیں گے اگر انہوں نے یہ کہا کہ ہم ایمان لائیں، صرف یہ کہہ دینا کہ ہم ایمان لائیں، اتنا کہنا کافی نہیں ہے، ﴿أن یترکوا أن یقول امنا وھم لا یفتنون﴾ ایمان کے بعد جو منزلیں ہیں وہ آزمائش کی منزلیں ہیں، امتحان کی منزلیں ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو آزماتے ہیں ان کا امتحان لیتے ہیں مختلف طریقوں سے، کبھی خوف اور غم کے ذریعہ سے، کبھی فکر و پریشانی کے ذریعہ سے، کبھی بیماری اور دوسری آزمائشوں کے ذریعہ سے، کبھی خشک سالی اور بھوک کے ذریعہ سے اور کبھی دشمن کے خوف کے ذریعہ سے مختلف طریقوں سے اللہ تبارک وتعالیٰ آزماتے ہیں اپنے ان بندوں کو جنھوں نے اپنے ایمان کا اعلان کیا اس لئے ایمان کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو زبان سے ادا کر دیا جائے اور پھر اس کا اثر ہمارے دلوں پر اور ہمارے اعمال پر، ہماری زندگی کی تمام حرکات و سکنات پر ظاہر نہ ہو؟ اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿إن الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ ألا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون﴾ کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے یعنی جو لوگ ایمان لائیں اللہ تبارک وتعالیٰ پر اور پھر وہ اس ایمان پر مضبوطی سے جم گئے یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کو انھوں نے لازم پکڑ لیا تمام معاملات کے اندر چھوٹے ہوں یا بڑے، اونچے ہوں یا نیچے، جو بھی معاملات ہوں، گھر کے معاملات ہوں، داخلی معاملات ہوں یا خارجی معاملات ہوں، تمام معاملات کے اندر انھوں نے اللہ کی اطاعت کو لازم پکڑا تو ان کے لئے چار باتوں کی بشارت ہیں ایک تو یہ کہ ان کے لئے فرشتے نازل ہوتے ہیں، فرشتے آتے رہتے ہیں "تتنزل علیھم الملائکۃ" اور ان سے یہ کہتے رہتے ہیں "لاتخافوا" بھائی دیکھو! ڈرنا نہیں! بہت سے اس وقت خوف کے مواقع ہیں، بہت سی خوف کی ایسی چیزیں پیدا ہو گئیں ہیں کہ جو ہمیں خوفزدہ کر دیں اور خوفزدہ کر کے ہمارے ایمان کو کمزور کریں اور ہمارے اطاعت کے جذبے کو کمزور کریں تو وہ کہتے رہتے ہیں کہ "لاتخافوا" نہ ڈرو، ہرگز نہ ڈرو! اللہ تمہارے ساتھ ہیں اور یہی دوسری بشارت ہے کہ نہ ڈرو بہت سے ایسے حالات ہیں کہ جن کی وجہ سے خوف پیدا ہو جاتا ہے، آدمی ڈر جاتا ہے اور سہم جاتا ہے، اور پریشانی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہتے ہیں کہ ڈرو نہیں! چاہے جیسے بھی حالات ہوں، ڈرانے والی چاہے جتنی بھی چیزیں آجائیں مگر ان سے ڈرو نہیں۔

تیسری بشارت یہ کہ "ولا تحزنوا" غم نہ کھاؤ، ہرگز ہرگز غم کا تمہارے دلوں کے اندر گزر نہ ہونے پائے، کسی بات کا غم نہ کرو نہ مال کی کمی کا، نہ وسائل کی کمی کا، اور نہ جان و مال کی آزمائشوں کا، کسی قسم کا غم نہ کرو، یہ ان لوگوں کے لئے بشارتیں ہوتی ہیں جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت کو اور ان کی شریعت کو اپنی زندگی کے اوپر منطبق کر لیتے ہیں اور اس سے کسی حال میں بھی نہیں ہٹتے تو ان کے لئے یہ ہے کہ نہ خوف کھاؤ اور نہ غم کرو۔

چوتھی اور آخری بشارت و خوشخبری یہ ہوتی ہے کہ "وابشروا بالجنۃ" جس کا تعلق آخرت سے ہے کہ اس جنت کی خوشخبری حاصل کرو "الذی کنتم توعدون" جس جنت کا اللہ تبارک وتعالیٰ تم سے وعدہ فرماتے ہیں اور جس جنت کو تمہارے اعمال حسنہ اور تمہارے اعمال صالحہ کے بدلے میں تم کو عطا کریں گے اس جنت کی خوشخبری حاصل کرو۔

میرے بھائیو اور دوستو! اگر ہم اپنی زندگیوں کا جائزہ لیں تو سب سے زیادہ جو چیز زندگی کو پریشان کرنے والی ہوتی ہے وہ ہے خوف یا غم، لیکن مومن کے لئے بشارت یہ ہے کہ وہ خوف و غم سے بہت دور رہتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اسے کسی خوف و غم کے اندر مبتلا نہیں فرماتے، خوف کی چیزوں سے اس کے دل کے اندر خوف نہیں پیدا ہونے دیتے اور ہر طرح کے غموں سے اسے محفوظ رکھتے ہیں، یہ ایسی بڑی نعمت ہے کہ جو آج کی اس ترقی یافتہ دنیا کے اندر مفقود ہے، دنیا کتنی ترقی کر گئی ہے ہر چیز کے اندر دنیا بہت آگے بڑھ گئی ہے، تمام چیزوں میں ٹکنالوجی اور سائنس میں اور علوم و فنون، اختراعات و ایجادات کے اندر دنیا بہت تیز رفتاری کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے لیکن آپ دیکھتے ہیں کہ خوف و غم ایک ایسی چیز ہے جو ہر ایک کے ساتھ لازم ہے، وہ اس سے کبھی بھی بری الذمہ ہو نہیں پاتا، بڑے سے بڑا آدمی ہے، بڑے سے بڑا مالدار ہے، بڑے سے بڑا صاحب جائداد ہے، بڑے سے بڑا صاحب حکمرانی ہے اور بڑے سے بڑا طاقتور ہے لیکن وہ بھی غموں سے خالی نہیں، وہ بھی خوف و خطر سے خالی نہیں، خوف و خطر کے درمیان وہ

رہتا ہے اور اسکی حفاظت کرنے کے لئے کتنے لوگ اور کتنی فوجیں لگی رہتی ہیں، سیاسی اور ہر طرح کے اور ہر معیار کے لوگ اور ہر سطح کے لوگ اس کی حفاظت کرتے ہیں، گھریلو سطح پر بھی اس کی حفاظت کی جاتی ہے، باہری سطح پر بھی اس کی حفاظت کی جاتی ہے اور حکومت کی سطح پر بھی اس کی حفاظت کی جاتی ہے، تجارتی سطح پر بھی اس کی حفاظت کی جاتی ہے، دنیا کے ہر معاملہ میں جہاں بھی وہ جاتا ہے اور اس میں دخل دیتا ہے اور اس میں حصہ لیتا ہے، اسوقت بھی اس کی حفاظت کی جاتی ہے، کسی بھی ملک کے وزیر اعظم کو دیکھ لیجئے، کسی بھی ملک کے صدر جمہوریہ کو دیکھ لیجئے بڑے سے بڑے طاقتور ملک کے صدر جمہوریہ اور وزیر اعظم کو جو سب سے بڑا آدمی وہاں اس ملک کا ہے وہ بھی ہر وقت خوف و خطرے میں مبتلا رہتا ہے، اسکی حفاظت کے لئے، خوف و خطرے سے محفوظ رکھنے کے لئے کتنی فوجیں لگی رہتی ہیں، لاکھوں کی، کروڑوں کی اور کتنے آلات نصب کئے جاتے ہیں، کتنے اسلحے اس کے لئے تیار کئے جاتے ہیں کہ وہ کسی طرح کے خطرہ کے اندر مبتلا نہ ہو، اور ہر طرح خوف و خطرے سے محفوظ رہے۔

لیکن مومن جہاں بھی جائے، جس حالت میں بھی رہے، چاہے وہ کتنی بلندی پر فائز ہو اللہ تبارک و تعالیٰ کے احسان اور اللہ تعالیٰ کے فیض سے وہ مالداری کے آخری مرتبہ پر ہو تب بھی اس کو کسی قسم کا خوف و خطرہ نہیں، اور اگر خدانخواستہ مفلسی کے آخری درجہ پر ہو تب بھی اس کو کسی قسم کا خوف و خطرہ نہیں، اور اگر وہ کوئی بڑی ذمہ داری سنبھال لیں تب بھی وہ خوف و خطرہ سے آزاد رہتا ہے، نہایت آسانی کے ساتھ جب چاہے وہ لوگوں کے ساتھ چلتا پھرتا ہے، لوگوں میں آتا جاتا ہے، لوگوں کے اندر اٹھتا بیٹھتا ہے، اور وہ اپنی ذمہ داری کو ان کے ساتھ ادا کرتا ہے اسی لئے اس میں کسی قسم کی کوئی پریشانی محسوس نہیں ہوتی، اسی طرح غموں کا معاملہ ہے کہ غم مومن کے پاس آتا ہی نہیں اگر خدانخواستہ اپنی کوئی بات ہو رہی ہے جو غم کا باعث ہو تو اس میں بھی اللہ تبارک و تعالیٰ مسرت و شادمانی کا کوئی ایسا پہلو رکھ دیتے ہیں تو وہ غم کو بھلا دیتی ہے اور اس غم کے مقابلہ میں شادمانی اس پر غالب آجاتی ہے اور مسرت اس کے اوپر غالب آجاتی ہے اسی لئے اللہ کے ان ایماندار اور اطاعت پذیر بندوں کا یہ حال بتایا گیا ہے کہ ان کو اللہ تبارک وتعالیٰ برابر یہ بشارت دیتا رہتا ہے کہ دنیا کے اندر دنیا کے خوف و خطرے اور دنیا کے رنج و غم سے وہ محفوظ رہتا ہے اور آخرت میں جو بشارت "وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون" اور بشارت حاصل کرو اس جنت کی جس جنت کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ جنت تم کو مل کر رہے گی، "نحن اولیاء کم فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم ولکم فیھا ما تدعون نزلا من غفور رحیم (حم السجدہ/۳۱-۳۲) کہ ہم تمہارے مددگار ہیں اور تمہارے ہم معاون ہیں اور ہمہ وقت ہم تمہاری مدد کرنے والے ہیں اور ہمہ وقت ہم تمہارا ساتھ دینے والے ہیں، اور ہمہ وقت ہم تم کو خطرات سے نجات دلانے والے ہیں، دنیا کی زندگی کے اندر ہم تمہارے مددگار ہیں، تمہارے ولی ہیں، معاون ہیں اور تمہارے دوست ہیں، اور آخرت میں ہم تمہارے معاون و مددگار ہیں، وہاں بھی ہم اسی طرح رہیں گے اور اسی طرح ہم تمہاری مدد کریں گے جس طرح دنیا میں ہم تمہاری مدد کرتے ہیں، تو مومن کی زندگی ہر جگہ انعام کی زندگی ہے، بشارت کی زندگی ہے، اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس خصوصی فضل و کرم اور نعمتوں کی زندگی ہے کہ جس زندگی کا کوئی تصور نہیں کیا جا سکتا ہے بغیر اس کے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی مدد اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا تعاون اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی حفاظت اس کو نہ حاصل ہو، اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ فضل نہ حاصل ہو تو ہماری زندگی کی کوئی قیمت نہیں، دنیا کے اندر ایک منٹ کیا ایک سکنڈ بھی دنیا میں زندہ رہنا ہمارے لئے دشوار ہو جاتا ہے —— لیکن جو زندگیاں ہماری دنیا کے اندر گذر رہی ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو آخرت کی کھیتی بتایا ہے، دنیا کے اندر اپنے اعمال کی کھیتی کرتے ہیں، اپنے اعمال کو ہم بوتے ہیں اور اس کو کاٹتے ہیں، آخرت میں جا کر اس لئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آخرت کو اس لئے بنایا کہ ہم دنیا میں رہ کر جتنا زیادہ سے زیادہ عمل کر سکیں، جتنا زیادہ سے زیادہ اللہ کے مقرب بندے بن سکیں اور جتنا ہم زیادہ سے زیادہ تقرب حاصل کریں اعمال و اطاعت کے ذریعہ سے اتنا کر لیں، اور پھر اس کے بعد آخرت کی زندگی تو آخری زندگی ہے اور دائمی زندگی ہے اور سرمدی زندگی ہے اور اس زندگی کے اندر کوئی فنا نہیں، اس زندگی کے اندر کوئی رنج و غم نہیں، اس زندگی کے اندر کوئی پریشانی نہیں، اس میں کوئی خوف و خطرہ نہیں، اس میں کوئی بیماری و پریشانی نہیں، جو کچھ بھی وہ اس دنیا کی زندگی کے اندر ہے، اس لئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا کی زندگی کو مومن کے لئے آزمائش کی زندگی بنایا ہے تاکہ وہ یہ دیکھیں کہ انھوں نے جو ایمان کا اعلان کیا اس ایمان کے اعلان پر پوری طرح قائم ہیں؟ اور نہایت خلوص کے ساتھ اس کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں یا اس میں کچھ کمزوری پیدا ہو گئی؟

اس لئے میرے بھائیو اور دوستو! ہمیں اپنی زندگیوں کو ایمان کے ساتھ گذارنی چاہئے، اعمال صالحہ کے ساتھ گذارنی چاہئے، اور ہمیں اس بشارت پر اور اللہ کے ان وعدوں کے اوپر پورا یقین رکھنا چاہئے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہم سے کیا ہے کہ دنیا میں بھی ہمیں بے خوف و خطر رکھیں گے، ہر طرح کے رنج و غم سے دور رکھیں گے اگر ہمارا ایمان سچا اور پکا اور مخلص ہے اور اس میں کسی قسم کی کوئی ملاوٹ نہیں ہے اور کسی قسم کی کوئی آمیزش اس کے اندر نہیں ہے، اور پوری طرح ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہمارے گوشت و پوست کے اندر سرایت کر گئی ہو تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم دنیا کے اندر کسی بھی پریشانی کے عالم میں زندگی گذاریں اور اس کے بعد جب ہم آخرت میں جائیں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہم کو بھرپور انعام عطا فرمائیں گے، اور وہ ایسی زندگی ہوگی اس زندگی کا تصور

بقیہ: صفحہ ۲۳ پر

علماء اور مسلم معاشرہ

پروفیسر سید احتشام احمد ندوی

اسلام کی بنیاد علم پر ہے، اللہ تعالیٰ نے پہلی ہی وحی میں غار حرا میں اسلام کا آغاز علم سے کیا اور علم کا رشتہ ذات خداوندی سے جوڑا، اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو قلم سے لکھنا سکھایا، حضور ﷺ نے اسلام کی بنیاد علم پر رکھی اور قرآن نے اعلان کر دیا:

﴿انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء﴾

''یعنی اللہ سے وہی لوگ ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں۔''

اس اعلان سے قرآن نے علم کی عظمت اور اس کی اہمیت کو بلند کر دیا، خدا سے ڈرنے والے کے لئے علم کی ضرورت ہے اور علم کے لئے خدا سے تعلق کی ضرورت ہے، وہ علم جو خدا سے ناآشنا ہو اور جو مادی حصول کے لئے اور مفاد پرستی کے لئے حاصل کیا جائے اس سے آنحضرتؐ نے پناہ مانگی ہے اور فرمایا ہے: اس علم سے پناہ مانگتا ہوں جس سے کوئی نفع حاصل نہ ہو۔

مولانا روم فرماتے ہیں کہ:

علم را بر دل زنی یارے بود
علم را بر تن زنی مارے بود

''اگر علم دل پر مارو تو وہ دوست بن جائے گا اگر جسم پر مارو گے تو سانپ بن جائے گا (جب کہ آج یورپ کا علم سانپ بن کر انسانوں کو ڈس رہا ہے)''

تو برائے وصل کردن آمدی
نے برائے فصل کردن آمدی

''تو اس دنیا میں ملنے کے لئے آیا ہے نہ کہ افتراق کے لئے۔''

علم کے ذریعہ انسان محبت اور الفت کے ذہبات پھیلاتا ہے، ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں لکھا ہے کہ علم کے لیے علماء سے ملنے کی ضرورت ہے، جو علم علماء کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے وہ معتبر ہوتا ہے۔ ابن تنیبہ نے اپنی کتاب ''الشعر والشعراء'' کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ تلفظ کے بہت سے مسائل کتاب پڑھنے سے حل نہیں ہو سکتے اس کے لئے اساتذہ کا ہونا ضروری ہے۔

ابن خلدون نے لکھا ہے کہ علم کے لیے سفر کی ضرورت ہے تاکہ بڑے بڑے علماء سے ملاقات کر کے ان کی صحبت میں رہ کر اپنی شخصیت کو علم و فضل سے آراستہ کیا جائے، ایک عالم کی صحبت زبردست منافع کی حامل ہے، شیخ سعدیؒ نے صحبت کی تاثیر کا ذکر بڑے عمدہ انداز میں کیا ہے کہ مٹی بھی خوشبودار ہو جاتی ہے اگر اس کو عمدہ صحبت میسر آجائے، جس کا اظہار انہوں نے اس شعر میں کیا ہے:

جمال ہم نشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہما خاکم کہ ہستم

(دوست کا حسن میرے اندر اثر کر گیا وگرنہ میں وہی مٹی ہوں)

واقعی علم کے لئے علماء کی صحبت اور ان کا فیض طلبا کے لئے آب حیات ثابت ہوتا ہے، اسلام نے علماء کی عظمت پر مہر ثبت کر دی ہے اور علم کی عظمت کو آنحضرتؐ نے بیان کیا ہے، عابد پر عالم کو وہ فضل حاصل ہے جو فضیلت چودھویں کے چاند کو اندھیری رات پر۔

سب سے پہلے یہ سمجھنا چاہئے کہ مسلم معاشرہ کا وجود علماء کے بغیر ممکن نہیں، ہر مسلم معاشرہ میں مدارس اور علماء اس کی تشکیل میں بنیادی رول ادا کرتے ہیں، جس طرح مشک سے خوشبو پھوٹتی ہے اور عطار کو یہ کہنے کی ضرورت نہیں پڑتی کہ یہ مشک ہے، اسی طرح یہ کہنے کی ضرورت نہیں پڑتی کہ یہ عالم ہے، علم کی شہرت خود پھیل جاتی ہے، جس طرح پھول کی خوشبو پھیلتی ہے، مسلم معاشرہ کا تانا بانا علماء سے ہے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

علماء امتی انبیاء بنی اسرائیل
(او کما قال علیہ السلام)

اس امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔''

اس سے علماء کی اہمیت ظاہر کی گئی ہے، حضورؐ نے فرمایا:

العلماء ورثۃ الانبیاء وان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درھما ولکنھم ورثوا العلم

''یعنی علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء اپنی کوئی وراثت دینار اور درہم کی شکل میں نہیں چھوڑتے بلکہ وہ علم کی وراثت چھوڑتے ہیں۔''

مسلم معاشرہ علماء کی بدولت میں پورا نظام متاثر ہوتا ہے اور علماء کے ذریعہ اخلاقی، روحانی، مذہبی اور علمی پیاس بجھتی ہے، قرآن مجید اس سلسلے میں ایک منارۂ نور ہے، جس کے گرد مسلمان جمع ہوتے ہیں، قرآن مجید کے حفظ کرنے کا نظام قائم ہے، مدرسے اور علماء کے تربیت کا ایک نظام قائم ہے اور اسی سے اسلامی معاشرہ کو زندگی حاصل ہوتی ہے، اسلامی تعلیمات اور اسلامی شعائر کا قیام عمل میں آتا ہے، اس لئے علماء کی جڑیں اصلاً مسلم عوام الناس کے اندر بہت گہری ہیں اور وہ رشد و ہدایت کا نمونہ ہیں، ان کے ذریعہ سے عوام الناس میں روحانی قدروں کی نشو ونما ہوتی ہے اور ایک دور دراز کار رہنے والا بھی عالم دین کے پاس آکر اپنے ایمان کو تازہ کرتا ہے مسائل میں فتاویٰ پوچھ کر وہ اطمینان قلب حاصل کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کے احکام کو معلوم کر لیا ہے۔

ایک عوامی طاقت ایک مسلم معاشرہ میں علماء کو حاصل ہے اور اس سے انہوں نے بڑے بڑے کام لئے ہیں، ڈاکٹر احمد امین نے لکھا ہے کہ جامعہ ازہر کی اصلاح اس لئے ممکن نہیں کہ علمائے ازہر کا اثر عوام الناس پر ہے اور علماء عوامی جذبات کو بھڑکا دیتے ہیں اس لئے ازہر کی اصلاح ممکن نہیں حتیٰ کی شیخ محمد عبدہ تک اس مہم میں کما حقہ کامیاب نہیں ہو سکے، لیکن انہوں نے

دوسرے انداز سے اصلاح کی ہے۔ علماء کے اثرات نہ صرف مسلم عوام پر بلکہ مسلم سیاست پر بھی پڑتے ہیں، علماء مسلم عوام کی ترجمانی کرتے رہے ہیں۔

> عرب مسلمانوں نے یونانیوں کے علوم و فنون کو آسمان تک پہونچایا، فکر و نظر کے معیار کو بلند کر دیا اور انہوں نے سائنس کی دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیا اس لئے کہ اہل یونان مفکر تھے وہ تجربات نہیں کرتے تھے، عربوں نے تجربات شروع کر دیئے۔ اور تجربہ بنیاد ہے تمام سائنسی ترقی کی، اس طرح عربوں نے پوری دنیا کو ایک نیا طریقۂ فکر عطا کیا جس کو تجرباتی طریقہ (Experiment Method) کہتے ہیں۔

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ علماء سیاست سے نابلد ہیں وہ غلط فہمی میں مبتلا ہیں، تاریخ کے صفحات ان کی جدوجہد سے روشن ہیں، مثلاً امام ابن تیمیہؒ نے زبردست تحریک چلا کر میدان جنگ میں نکل کر فوجوں کے شانہ بشانہ جہاد کیا اور تاتاریوں کے چھکے چھڑا دیئے اور ان کو شکست فاش دی ایک عالم کے ہاتھوں اس شکست کا تاتاریوں نے خواب بھی نہ دیکھا ہوگا۔

دور جدید میں جہاں بھی آزادی کی تحریک شروع ہوئی وہ علماء نے کی، ہمارے دیس میں سید احمد شہیدؒ، مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور مولانا عبدالحی جیسے علماء نے ہجرت کی اور جہاد کیا اور چار برس تک سرحد کے علاقہ میں خلافت راشدہ کے انداز پر حکومت قائم کی، اس ملک کی آزادی میں مسلمانوں کا حصہ سنہرے حرفوں سے لکھنے کے لائق ہے خاص طور سے علماء نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، دائے درمے سخنے ہر طرح انہوں نے جہاد کیا اور بے لوث ہو کر آزمائشوں کو برداشت کیا، گیارہ گیارہ سال، پندرہ پندرہ سال جیلوں میں گزارا، جب آزادی ملی تو علماء عوام کی خدمت میں لگے رہے، مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا آزادؒ، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ اور دوسرے بڑے علماء کرام نے جو قربانیاں دی ہیں وہ ہماری تاریخ کے روشن اوراق ہیں، علامہ اقبال فرماتے ہیں:

شہادت ہے مقصود و مطلوب مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

اس لئے کہ

بیگانہ کرتی ہیں دو عالم سے دل کو
عجب شے ہے لذت آشنائی

اور جب علم اور جہاد، علم اور عمل مل جائیں تو پھر ایک مومن کی زندگی باعث رشک ہو جاتی ہے، جس کا ذکر اقبال نے اس طرح کیا ہے:

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں، کردار میں اللہ کی برہان

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلماں

ہمسایۂ جبریل امیں بندۂ خاکی
ہے اس کا نشیمن نہ بخارا نہ بدخشاں

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفاں

مسلم معاشرہ میں علماء شریعت کا سرچشمہ ہیں اور بغیر علماء کے مسلم معاشرہ میں اسلامی قدروں کو نافذ نہیں کیا جا سکتا، اس لئے کہ جدید دینی و شرعی مسائل پیش آتے ہیں ان کے حل کے لئے ایک عامی شخص مفتی کی طرف رجوع کرتا ہے، فتویٰ اور استفتاء کا ایک سلسلہ قائم ہے۔

''اسلام نے الحکمۃ ضالۃ المومن'' کہا ہے یعنی حکمت مومن کا گم شدہ مال ہے، جہاں بھی اس کو پاتا ہے اٹھا لیتا ہے، مسلمانوں نے اپنے دور عروج میں سارے عالم سے علم و حکمت کے موتی جمع کئے، یونانیوں سے ان کی علمی میراث حاصل کی اور ان کا عربی میں ترجمہ کرایا اور ان پر شرح لکھی اور ان کے علوم پر اضافہ کر امتداد زمانہ سے یونانی زبان میں اب بھی بہت سی کتابیں نہیں ملتیں، دنیا نے ان کتابوں کو عربوں کے ترجمہ سے جانا، اگر عرب نہ ہوتے تو یہ کتابیں ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتیں۔

یہی نہیں بلکہ عرب مسلمانوں نے یونانیوں کے علوم و فنون کو آسمان تک پہونچایا، فکر و نظر کے معیار

> کسائی نحوی ہارون رشید کے لڑکوں کو پڑھاتا تھا امین و مامون شاگرد تھے، ایک دن خلیفہ ہارون رشید نے پوچھا کہ اس ملک میں سب سے معزز کون ہے، کسائی نے کہا کہ امیر المومنین، خلیفہ بولا نہیں، مجھ سے زیادہ وہ شخص معزز ہے جس کے جوتے اٹھانے کے لئے دو شاہزادے آپس میں لڑتے ہیں یعنی امین و مامون۔

بلند کر دیا اور انہوں نے سائنس کی دنیا میں ایک انقلا
برپا کر دیا اس لئے کہ اہل یونان مفکر تھے وہ تجربات نہ
کرتے تھے، عربوں نے تجربات شروع کر دیئے۔
تجربہ بنیاد ہے تمام سائنسی ترقی کی، اس طرح عر
نے پوری دنیا کو ایک نیا طریقۂ فکر عطا کیا جس کو تجر
طریقہ (Experiment Method) کہتے

اس طرح عربوں نے سائنس کو آگے بڑھایا اور سائنس کی فروعات اور متنوع شاخوں کی بنیاد عربوں نے ڈالی، طب، کیمسٹری، فزکس، علم الحساب، جغرافیہ کی بنیادیں عربوں نے رکھیں اور اس کو ترقی دے کر اندلس کے ذریعہ یورپ تک ان علوم کو پہونچادیا، اور یورپ کی جہالت میں اس کے دور ظلمت میں عربوں نے علم وفضل کی قندیل روشن کی اس طرح یورپ کا موجودہ تمدن اسلامی تہذیب کا مرہون منت ہے:

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے
یہ سب پود انہی کی لگائی ہوئی ہے

مسلمانوں نے علم کی ہمت افزائی کی ہے، ایک فرانسیسی مستشرق لکھتا ہے کہ کسی مسلمان کے پاس جب دولت آتی ہے تو وہ کتب خانہ ضرور قائم کرتا ہے، مسلمان بادشاہوں نے علم کی ترقی کے لئے مدارس قائم کیے، علماء کی انہوں نے عزت کی اور ان کے لئے وظائف مقرر کیے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کا مزاج یہ ہے کہ وہ علم کو فروغ دے اور قال اللہ وقال الرسول کی مجلسوں کو قائم رکھے، عالم اسلام کے افق پر بڑے بڑے علماء ستاروں کی طرح بکھرے ہوئے ہیں، ان کی روشنی سے مسلم معاشرہ روشن ہے، وہ دلوں کا نور ہیں، ان کی

مسلمانوں نے علم کی ہمت افزائی کی ہے، ایک فرانسیسی مستشرق لکھتا ہے کہ کسی مسلمان کے پاس جب دولت آتی ہے تو وہ کتب خانہ ضرور قائم کرتا ہے،

جہ سے ہزاروں انسان کتاب وسنت کی روشنی میں زندگی سر کررہے ہیں۔

حضرت معاویہ ضریر کی دعوت ہارون رشید نے کی اور ان کے ہاتھ پر پانی ڈالا، پانی ڈالنے کے بعد ن سے پوچھا کہ آپ کا ہاتھ کس نے دھلایا، چونکہ وہ بینا تھے اس بنا پر ان سے یہ سوال کیا، حضرت معاویہ ضریر نے فرمایا کہ امیر المومنین نے علم کی عزت کی ہے۔

جس وقت علامہ بحر العلوم عبد العلی فرنگی محلی مدراس تشریف لے گئے تو ان کی پالکی کو اٹھانے کے لئے نواب صاحب خود تشریف لے گئے اور پالکی اٹھانے کے عزت حاصل کی، تاریخ کے اوراق ایسے واقعات سے پُر ہیں جہاں بادشاہوں نے اور امراء نے علم کی عزت کی ہے، کسائی نحوی ہارون رشید کے لڑکوں کو پڑھاتا تھا امین و مامون شاگرد تھے، ایک دن خلیفہ ہارون رشید نے پوچھا کہ اس ملک میں سب سے معزز کون ہے، کسائی نے کہا کہ امیر المومنین، خلیفہ بولا نہیں، مجھ سے زیادہ وہ شخص معزز ہے جس کے جوتے اٹھانے کے لئے دو

اشتراکیوں نے سمجھ لیا تھا کہ عربی زبان کے ذریعہ اور علماء کے ذریعہ اسلام پھل پھول رہا ہے اگر ان دو عناصر کو مٹا دیا جائے تو اسلام ختم کرنا آسان ہوگا، لیکن خدا کا کرنا ستر برس تک روس نے کوشش کرلی مگر ترکستان سے اسلام کو مٹا نہ سکا۔

شاہزادے آپس میں لڑتے ہیں یعنی امین و مامون۔

اس طرح اسلام نے پورے معاشرہ کو علم کے رنگ میں رنگ دیا ہے اور اجتہاد کے ذریعہ فکر ونظر کی جوت جگائی ہے، اس طرح مسلم معاشرہ کا وجود بغیر مدارس کے اور بغیر علماء کے ممکن نہیں ہے، تمام مذاہب عالم میں اسلام نے تقویٰ کا معیار علم کو قرار دیا ہے اور علماء کو انبیاء کا وارث بتایا ہے، اس نے پورے معاشرہ کو قرآن کے ذریعہ ایک وحدت میں پرودیا ہے، اور پورے عرب وعجم کو قرآن کے ذریعہ متحد کردیا ہے اس تعلیمی اتحاد کی راہ میں علماء کو سربراہ بنایا ہے علماء کی زبان سارے عالم میں عربی رکھی ہے، اس لئے پورا معاشرہ قرآن وسنت سے جڑا ہوا ہے، اسی بنا پر جس ملک میں بھی اشتراکی انقلاب آیا تو ان سرخ ملحدوں نے سب سے پہلے علماء کو پھانسی دی اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ اسلام کا احیاء وبقاء علماء سے ہے، افغانستان میں سب سے پہلے علماء کو قتل کیا گیا، مدارس بند کردیئے گئے، روس میں ہزاروں مدارس بند کردیئے گئے، اور علماء کو قتل کردیا گیا، صرف چند علماء باقی رکھے گئے باہر کی دنیا کو دکھانے کے لئے، اشتراکی ملکوں نے جس منظم انداز سے عربی زبان پر، علماء پر، مدارس پر، مسلمانوں پر ظلم کیا ہے اس کی تاریخ کے لئے ضخیم کتاب بھی ناکافی ہے اس لئے کہ اشتراکیوں نے سمجھ لیا تھا کہ عربی زبان کے ذریعہ اور علماء کے ذریعہ اسلام پھل پھول رہا ہے اگر ان دو عناصر کو مٹا دیا جائے تو اسلام ختم کرنا آسان ہوگا، لیکن خدا کا کرنا ستر برس تک روس نے کوشش کرلی مگر ترکستان سے اسلام کو مٹا نہ سکا، روس نے کم سے کم چھ ملین مسلمانوں کو قتل کیا، اصل ہالوکاسٹ یعنی یہود کا قتل عام یہ ہے نہ کہ ہٹلر کے گیس چیمبرس، مگر اسلام دشمن دنیا کب ان حقائق کو دیکھتی ہے!

✠✠✠

مولانا عبداللہ عباس ندوی کی دو تازہ تصنیفات:

☆ قرآن کریم - تاریخ انسانیت کا سب سے بڑا معجزہ
قیمت -/200 روپے

☆ تاریخ تدوین سیرت
قیمت -/100 روپے

ملنے کا پتہ:-

✿ دار العلوم سبیل السلام مدینۃ العلم
Salala, Barkas,
HYDERABAD-500005
(A.P.)

✿ مکتبہ ندویہ، ندوہ، لکھنؤ

قزاقستان کا ایک سفر

مولانا سید سلمان حسینی ندوی

عالمی تبلیغی روایتی مذاہب کانفرنس

گزشتہ سے پیوستہ

قزاقستان میں اسلام

قریبی سالوں میں سماج کی زندگی میں اسلام کے اثرات نمایاں ہوگئے ہیں، ملک کی آزادی کے بعد مذہب کو فروغ حاصل ہوا ہے، ۷۰ سال میں پہلی مرتبہ حجاج کا قابل ذکر قافلہ ملک سے روانہ ہوا، غالباً ۵۰۰ کی تعداد میں ایک ملک کے حجاج مکہ مدینہ کے لئے روانہ ہوئے۔

۱۹۹۰ء میں مذہبی ادارہ کا قیام عمل میں آیا، اس سے پہلے پورے وسطی ایشیا کا مذہبی ادارہ قزاقستان سے باہر تھا، اس کے بعد سے ہی پرانی مسجدوں کی آبادی اور نئی مساجد کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہوا، اس وقت ملک میں ۶۶۹، اذہبی تنظیمیں ہیں ۵۳۷، اسجدیں ہیں۔

دینی ادارہ کی تحقیق کے مطابق ملک میں ۹۰ رلاکھ مسلمان ہیں جو ۲۴ قومیتوں سے تعلق رکھتے ہیں، دینی تعلیمی اداروں کا قیام ہورہا ہے، طلباء باہر تعلیم کے لئے ترکی، مصر، تونس، اور دیگر مسلم ممالک جاتے ہیں، دینی لٹریچر بھی اچھے پیمانہ پر تیار کیا جارہا ہے، قزاق زبان میں قرآن پاک کا ترجمہ ہوچکا ہے، دیگر ممالک سے دینی کتابیں بھی آرہی ہیں، اور The Imam کے نام سے دینی ادارہ کا ایک پرچہ بھی نکلتا ہے۔

دینی ادارہ کے صدر عالی جناب مفتی عبدالستار درویش علی ہیں، بین الاقوامی یوریشین اسلامک شوریٰ کانفرنس میں ان کو نائب صدر کی حیثیت سے منتخب کیا گیا ہے۔

دینی ادارہ کا بنیادی کام دینی تعلیم، دینی رہنمائی اور رفاہی کام ہے، دینی ادارہ حکومت کا وفادار ہے اور وہ دینی سرگرمیوں سے باہر اپنے قدم نہیں بڑھاتا ہے، دوسری طرف کیونکہ اسلام آبادی کی اکثریت پر اپنے اثرات رکھتا ہے اس لئے حکومت مسلم تنظیموں کی احسان مند اور قدرداں ہے، اور ان کا تعاون کرتی ہے۔

آرتھوڈکس

آرتھوڈکس بہت قدیم زمانے سے قزاقستان کی سرزمین میں موجود رہے ہیں، ان کے تعلقات مسلمانوں کے ساتھ بقائے باہم کے رہے ہیں۔

روسی آرتھوڈکس چرچ کے ماننے والے آبادی کے اعتبار سے نمبر دو پر ہیں، ان میں سلاوی، روسی، یوکرینی، اور بیلا روسی زیادہ تر ہیں۔

۱۹۹۰ء تک صرف ۶۹ مذہبی ادارے آرتھوڈکس کے موجود تھے اب ان کی تعداد ۲۴۶ ہے، روسی آرتھوڈکس چرچ کی طرف سے ان کے اداروں کو جو آستانہ، الماتی، اراسک، گوریو، شیمکنت وغیرہ میں ایک وفاق کی شکل دے کر اس کی ذمہ داری میفودی نکولائی بحیثیت ایک بشپ کے دے دی گئی ہے۔

روسی چرچ کی طرف سے بچوں کے گھر، اسپتال اور ریٹائرمنٹ ہوم کی اسکیم بڑے پیمانہ پر عمل میں لائی گئی، پرانے چرچوں کی تجدید اور نئے چرچوں کی تعمیر کا کام بھی زوروں پر ہے۔

مندرجہ ذیل چرچ ابھی چند سالوں میں بنے ہیں

(1) The Church of Christ the Saniour in Almaty.

(2) The Wedensky Cathedral in Kargandi.

(3) The Blagoresh Chensk Good tidings Cathedral in Parlodar.

(4) The Serafime Iversky Cathedral in Ekebustuz.

(5) The John Theologian Catherdral in Taldikorgan.

تین Nunneries اور تین Monasteries قائم کئے گئے۔

ایک چار سالہ اسکول، ایک تھیالوجی انسٹی ٹیوٹ کی شاخ اور ایک مشنری کالج کا قیام عمل میں لایا گیا، اس کے علاوہ تمام چرچوں میں مذہبی تعلیم کا انتظام ہے۔

تین ماہانہ پرچے ہیں (۱) Light of Orthodoxy in Kazakistan قزاقستان میں آرتھوڈکس کی روشنی، (۲) Vodi Astana Orthodoxy Courier (۳) ناموں سے نکلتے ہیں۔

قزاقستان نے ماسکو میں آرتھوڈکس چرچ، ''چرچ آف کرائسٹ دی سیویئر'' کے قیام میں نمایاں طور پر مدد کی، اور ملک میں بہت سے کلیسا ان کے حوالہ کئے، آرتھوڈکس، حکومت قزاقستان کے بہت ممنون ہیں، جس کا ثبوت یہ ہے کہ صدر نور سلطان نظر بایسیف روسی آرتھوڈکس چرچ کی طرف پرنس ڈینیل آف ماسکو کے نام سے معنون بڑے اعزاز سے نوازا گیا۔

کیتھولک، پروٹسٹنٹ اور لوتھرن مذہبی تنظیموں کی قزاقستان میں اپنی الگ تاریخ ہے۔

کیتھولک فرقہ کی نمائندگی رومن اور یونانی کیتھولک چرچوں کے ذریعہ کی جاتی ہے۔

قزاقستان اور وسطی ایشیا کا مشنری نظام جو ازبکستان، تاجکستان، کرغزستان، اور ترکمانستان پر محیط ہے ۱۹۹۱ء سے قائم ہوا ہے، اس کا مرکز شہر کراگنڈی Karagandy میں ہے۔

اگست ۱۹۹۹ء سے کراگنڈی اور مشرقی قزاقستان کو ایک مرکز سے جوڑ دیا گیا، پھر مزید کئی صوبوں اور ضلعوں کو شامل کرکے مبارک ومقدس مریم کے چرچ کے انتظامی عنوان سے ایک ادارہ قائم کیا گیا اور اس کے منتظم توماس پیٹا Tomas Peta کو آرک بشپ کا درجہ دے دیا گیا۔

مجموعی طور پر ۳۸ بلاکوں میں ۷۸ تنظیمیں اور تقریباً ۱۰۰ چھوٹی کیتھولک آبادیاں ہیں، جن کو تقریباً ۲۰۰ مذہبی انتظامی سہولیات حاصل ہیں۔

یونانی کیتھولک کے ادارے، آستانہ، کراگنڈی اور پولودار میں ہیں۔

قزاقستان میں مشنریز کی آمد بہت ہے، ۶۰ پریسٹ اور ۷۰ نن یہاں کام کر رہی ہیں۔

ایک اعلیٰ مذہبی تعلیمی کیتھولک ادارہ کراگنڈی میں ہے Credo نام کا رومن کیتھولک کا آرگن نکلتا ہے۔

۱۹۹۸ء میں پوپ جان پال دوم اور صدر مملکت کے درمیان باہمی تعاون کا ایک معاہدہ ہوا، پوپ نے ۲۰۰۱ء میں قزاقستان کی زیارت کی، صدر مملکت کو اس وقت Catholic Order of Pious کے تمغہ سے نوازا گیا۔

جہاں تک پروٹسٹنٹ کا تعلق ہے ان کی نمائندگی Evangelic Christan (EBC) اور لوتھران Lutharans (EBC) Baptis اور Seven Day Adventist (SDA) کے چوں سے ہوتی ہے۔

بپٹسٹ کی تاریخ قزاقستان میں بیسویں صدی سے شروع ہوتی ہے، جب یوکرین اور وولگا کے علاقوں کے جرمن کاشتکاروں کو مغربی سائبیریا اور شمالی قزاقستان اور ایشیائی علاقہ میں بود و باش کا موقعہ دیا گیا۔

انجیلیوں نے اپنے کلیساؤں کا ایک وفاق قائم کرلیا، ان کا مرکز کراگنڈی صوبہ کے شہر سران Saran میں ہے، وہ ۲۵۰ گروپ اور ۸ حلقوں کو متحد کرتا ہے، اس کے چیئرمین ایف جی نسن کا کہنا ہے کہ ۱۱۰۰۰ افراد اس سے تعلق رکھتے ہیں، اس سال انہوں نے سوسالہ تقریب منائی لوتھران ازم، جرمنوں میں پایا جاتا ہے، آستانہ سران کے ۷ چھوٹے گروپ اور حلقے ہیں۔

سیونتھ ڈے ایڈونٹسٹ، بیسویں صدی کے شروع سے قزاقستان میں ہیں، ان کا ایک سنٹر آستانہ میں اور ایک سنٹر الماتی میں ہے جو وسطی ایشیا اور کاکیشیا کے علاقوں کی بھی ذمہ داری لیتا ہے۔

قریبی سالوں میں پروٹسٹنٹ کی نئی شاخیں پیدا ہوئی ہیں۔

(1) New Apostilic Church.
(2) Pentic Ostats.
(3) Methodism.
(4) Mennonism.
(5) Presbylerianism.

نیو اپاسٹلک چرچ امریکہ میں ۱۹۰۱ء میں وجود میں آیا قزاقستان میں اس کی مختلف شاخیں اس کی نمائندگی کرتی ہیں۔

ان میں سب سے زیادہ تسلیم شدہ Evagelical Apostolic Christians (Oneness) ہے۔ جس کی بڑی آبادی کراگنڈی اور الماتی میں ہے، ان کی چالیس آبادیاں ہیں، کوئی مرکز نہیں ہے، ان کے ماننے والے ۳۰۰۰ ہیں، پریسبائی یرین ازم بیرونی مشنری امریکی اور کوریائی مبلغین کے ذریعہ قائم ہوا جن کو بیرونی تنظیموں کی امداد ملتی رہی، اس وقت ان کے بیس ادارے ہیں جن میں تین چار مشہور ہیں، مغربی مشنریز کے ذریعہ متعدد ادارے قائم ہوئے۔

نئے اداروں میں سب سے تیزی سے پھیلنے والا Jehovahs Witnesses اور تعداد میں بڑھنے والا، بلکہ تحریکی طور پر موثر ''جیہو واوٹنسرز'' ہے اس کا سنٹر الماتی میں ۱۹۹۶ء میں قائم ہوا۔

اس کی ۷۵ مذہبی تنظیمیں اور ۳۲ مقامی حلقے ہیں ہزار افراد کے درمیان کام کرتے ہیں۔

قزاقستان میں پروٹسٹنٹ تحریک مختلف شکلوں میں موجود ہے، تقریباً ایک ہزار پروٹسٹنٹ تنظیمیں ۲۰ مذاہب کی نمائندگی کرتی ہیں، اور ہر سال نئی تحریکات ان میں سے وجود میں آتی ہیں، ان کے رفاہی کام اور بین الاقوامی کانفرنسوں، میلوں، اور فورم میں بھرپور شرکت ان کی مذہبی سرگرمیوں کی نمائندگی کرتی ہے۔

یہودیت

یہودیت کی بھی قزاقستان میں ایک تاریخ ہے، جنگ عظیم دوم کے زمانہ میں سوویت یونین کے یورپی علاقوں سے تقریباً ایک لاکھ یہودی خاندان قزاقستان منتقل کئے گئے تھے، موجودہ یہودیت تین فرقوں میں منقسم ہے، آرتھوڈکس، اور رفارمسٹ (اصلاح پسند) اور کنزرویٹیو (محافظ) یہ سب فرقے قزاقستان میں موجود ہیں، ان شہروں میں یہودیوں کے گرجا Synagogue موجود ہیں، یہودیوں کی آبادیاں ملک کے ہر صوبہ میں ہیں۔

جیوش کانگریس آف قزاقستان کی طرف سے ایک خبرنامہ Shlom نامی نکلتا ہے۔

ربیوں کی یوریشین کانگریس جس کا انعقاد اکتوبر ۲۰۰۲ء میں الماتی میں ہوا، جو یہودیوں کے مزید استحکام کا ذریعہ بنی۔

قزاقستان کی مجلس عوام

قزاقستان میں مجلس عوام People Assembly جمہوریت کے فروغ کا اہم ادارہ ہے، جو لوگوں کے درمیان امن و آشتی، بھائی چارہ کے تعلقات قائم کرنے کا ضامن ہے، یہ نہ پارلیمنٹ کا بدل ہے اور نہ بیوروکریسی کا ذریعہ، بلکہ قزاقستان کے سیاسی نظام کا ایک اہم عنصر ہے، اسکا مقصد یہ ہے کہ عوام کے حقوق محفوظ ہوں، اور کسی کی آزادی میں مداخلت نہ کی جاسکے، لوگوں کے درمیان خوشگوار تعلقات کے لئے مجلس عوام کی کارکردگی دنیا کے سامنے ایک مثال ہے۔

کوفی عنان نے کہا تھا کہ قزاقستان بین الاقوامی تعلقات کے معاہدہ اور مستحکم اور مسلسل ترقی میں دنیا کے دوسرے ملکوں کے لئے ایک مثال ہے۔

مجلس عوام کی ترقی و فروغ کی حکمت کے مقاصد قزاقستان کے ہر فرد کی زبانی سمجھے جاسکتے ہیں، ''قومی اتفاق، سلامتی اور شہری امن۔''

سیاسی ڈھانچہ

قزاقستان اپنے دستور کے مطابق ایک جمہوری، منصفانہ اور سماجی اقدار پر مبنی ریاست ہے، صدر مملکت ریاست کا سب سے زیادہ بااختیار ذمہ دار ہے، پارلیمنٹ کے اقتدار اعلیٰ کی نمائندہ ہے، پارلیمنٹ کے دو ایوان ہیں، ایک ایوان بالا (The Senate) دوسرا ایوان زیریں (Majlis) دونوں مستقل اور دائمی

ادارے ہیں، ایوان بالا کے ممبران ہر صوبہ اہم شہر اور دارالسلطنت کے نمائندوں کے ذریعہ دو اشخاص کا انتخاب کر کے تشکیل پاتے ہیں، ۷ ممبران صدر کے ذریعہ منتخب کئے جاتے ہیں، مجلس ۶۷ ممبران پر مشتمل ہوتی ہے جو اہم اضلاع سے منتخب ہوتے ہیں۔

وزیر اعظم کے ذریعہ جو حکومت وجود میں آتی ہے وہی مجلس عاملہ کا کردار ادا کرتی ہے، مجلس عاملہ کے افراد صدر مملکت سے رجوع کرتے ہیں جو پارلیمنٹ کے اتفاق سے وزیر اعظم کا انتخاب کرتے ہیں، اور حکومتی ڈھانچہ کی منظوری دیتے ہیں۔

دستور کے مطابق قوانین پر عمل درآمد کرانے کی ذمہ داری قزاقستان کی دستوری کونسل پر ہے، دستوری کونسل کے ممبران ۷ ہوتے ہیں جو چھ سال کے لئے منتخب کئے جاتے ہیں۔

دستور نے قزاقستان کے عدالتی نظام کا خاکہ تیار کیا ہے، سپریم کورٹ، دیوانی اور فوجداری مقدمات کے لئے سب سے اعلیٰ ادارہ ہے، دستور اسکی اجازت دیتا ہے کہ صدر کی نگرانی میں ایک سپریم جوڈیشل کونسل تشکیل دی جائے۔

مقامی طور پر حکومت کی نمائندگی مقامی نمائندے اور مجلس عاملہ کے افراد کرتے ہیں، متعلقہ آبادیوں اور علاقوں کے عوام کی خواہشات، تمناؤں اور ضرورتوں کی ترجمانی اور نمائندگی، مقامی ادارے کرتے ہیں جو ''مصلحت'' کہلاتے ہیں، صوبائی اقتدار کی نمائندگی صوبہ کے ''حاکم'' (گورنر) کرتے ہیں جن کا تقرر وزیر اعظم کی درخواست پر صدر مملکت کرتے ہیں، قزاقستان میں ۱۴ صوبے ہیں۔

اقتصادی اصلاحات

آزادی کے بعد قزاقستان میں بڑے پیمانہ پر اقتصادی اصلاحات کی گئیں، جن کو عالمی اقتصادی برادری نے تسلیم کیا ملک کی مالی حالت میں ڈرامائی طور پر ترقی ہوئی، عامی طور پر قزاقستان کے مالیاتی نظام کی پذیرائی کی گئی، ملک میں سرمایہ کاری زور و شور سے جاری ہے، آزادی سے اب تک ۲۱ بلین ڈالر کی سرمایہ کاری ہوئی، اقتصادی ترقی کی شرح ۱۱-۱۰ فیصد ہے، ۱۹۹۹ء کے مقابلہ میں ۲۰۰۲ء میں شرح آمدنی دوگنی ہوگئی ہے، سماجی ترقی، اور عوام کے سماجی تحفظ سے بالخصوص پنشن یافتہ افراد کی رعایت پر اخراجات بڑھائے جارہے ہیں۔

نجی ملکیت کو متعارف کرایا جارہا ہے، اور زراعتی شعبہ پر خصوصی توجہ مبذول کی جارہی ہے، ۲۰۰۳ء تک قزاقستان کے عالمی ترقیاتی پروگرام، صنعتی اور نئے ایجادات کی حکمت عملی ۲۰۱۵ء تک مکمل کرلی جائے گی۔

ملک کے رہنما پُرعزم ہیں کہ مستحکم ترقی کی بلندیوں تک پہونچیں گے، اور صرف خام مال پر اعتماد کرنے کے دائرہ سے باہر نکلیں گے۔

بحر قزوین کے قزاقستانی حصہ کے لئے ریاستی ترقیاتی پروگرام بنائے جارہے ہیں، ساتھ ہی ساتھ زراعتی شعبہ کی ترقی کا پروگرام بھی تیار کیا جارہا ہے۔

مندرجہ بالا معلومات حکومت قزاقستان کی طرف سے اس تعارفی کتابچہ سے ماخوذ ہیں جو ''قزاقستان۔ایک مذہبی معاہدہ کی تیاری'' Kazakhstan Stands for Religious Accord کے نام سے اس بین الاقوامی کانفرنس کے موقع پر شائع کیا گیا۔ □□□

.....بقیہ: مومن کے لئے چار بشارتیں.....

ہم یہاں رہ کر کے نہیں کرسکتے کہ وہ کیسی ہوگی؟ کتنی بلند ہوگی؟ کتنی عظیم ہوگی؟ کتنی سرمدی ہوگی؟ کتنی مسرتوں کی زندگی ہوگی؟ کیسی خوشی کی زندگی ہوگی؟ تو اس کا ہم تصور بھی نہیں کرسکتے تو اس لئے میرے بھائیو اور دوستو! کس زمرہ کے اندر اللہ نے ہم کو داخل کیا ہے مومن کے زمرہ کے اندر جو اس کے لوازمات ہیں اور جو اسکی ذمہ داریاں ہیں ان تمام ذمہ داریوں کو صحیح طریقے سے سمجھنا ہے اور اس کو صحیح طریقے سے امانت داری کے ساتھ ادا کرنا ہمارے لئے ضروری ہے، بس میں انہیں الفاظ پر اپنی بات کو ختم کرتا ہوں، اللہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ☆☆☆

مولانا اقبال احمد غازیپوری صاحب ندوی کو صدمہ

مولانا اقبال احمد غازیپوری صاحب ندوی، استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے والد ماجد، جو اپنے علاقہ میں ایک مسجد کی تعمیر کے انتظامی امور کے سلسلہ میں ندوہ لکھنؤ تشریف لائے ہوئے تھے، مختصر سی علالت کے بعد انتقال کرگئے، انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مرحوم اپنے علاقہ میں دینی و اصلاحی سرگرمیوں میں پیش پیش رہتے تھے، دردمند دل پایا تھا جو ضرورت مندوں کو دیکھ کر بھر آتا تھا، مزاج و طبیعت میں سادگی و انکساری تھی، دینی شعائر کا پاس و لحاظ تھا۔

۱۶ شعبان کو سہ پہر میں مرحوم نے جان جان آفریں کے سپرد کی اور ۱۷ ویں شب کو بعد نماز عشاء احاطہ دارالعلوم میں حضرت ناظم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے نماز جنازہ پڑھائی۔

ادارہ مولانا اقبال احمد غازیپوری کے غ میں شریک ہے، ان کی نیز مرحوم کے جملہ پس ماندگان کی تعزیت کرتا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کی بال مغفرت فرمائے ان کی نیکیوں کو قبول کرے ا عفو و درگزر کا معاملہ فرمائے۔

ندوہ کی وہ شام اس لحاظ سے بڑی غمگی اور اداس شام تھی کہ نماز عشاء کے بعد ایک ساتھ دو جنازے اٹھے، ایک تو مرحوم کا جن تذکرہ اوپر کی سطروں میں کیا گیا اور دوسرا جنا کرمانی صاحب کی خوشدامن صاحبہ کا۔ رہے اللہ کا۔

ادارہ جناب اسلم کرمانی کے ساتھ سا منصرم دارالعلوم جناب اقبال صاحب کے غم بھی شریک ہے، اور قارئین سے دعائے مغف کی درخواست کرتا ہے۔ ☆☆☆

جان جائے ایمان نہ جائے

مولانا شمس الحق ندوی

بادشاہ" جلال الدین خلجی جو صاحب علم و حلم، جوہر شناس اور ارباب کمال کا قدرداں تھا اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی شہرت بھی اس وقت اپنے عروج پر پہنچ چکی تھی، جلال الدین نے کئی بار حاضری کی اجازت چاہی لیکن کبھی منظور نہیں ہوئی، آخر سلطان نے امیر خسرو کے ساتھ (جو سلطان کے مصحف بردار تھے) منصوبہ بنایا کہ ایک مرتبہ بلا اطلاع حضرت کی خدمت میں حاضر ہوجانا ہے، امیر خسرو نے مناسب جانا کہ اپنے مرشد کو اس کی اطلاع نہ دی جائے اس لئے کہ اگر میں نے اس کی اطلاع نہ دی تو شاید میرے حق میں اچھا نہ ہو، اگرچہ بادشاہ نے اس بارے میں امیر خسرو کو اپنا راز دار بنایا تھا، لیکن اپنے مرشد سے رازداری امیر خسرو کو مناسب نہ معلوم ہوئی، امیر نے حضرت خواجہ سے جا کر عرض کیا کہ کل بادشاہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوگا حضرت خواجہ نے یہ سنتے ہی اپنے مرشد کی قبر کی زیارت کی نیت سے اجودھن کا رخ فرمالیا اور روانہ ہوگئے، بادشاہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو امیر خسرو پر ناراض ہوا کہ تم نے میرا راز فاش کردیا، اور حضرت خواجہ کی قدم بوسی کی سعادت سے محروم کردیا امیر خسرو نے کہا کہ بادشاہ کی رنجش سے جان جانے کا خوف تھا لیکن مرشد کی رنجش سے ایمان کا خوف تھا، بادشاہ حلیم و فرزانہ تھا اس نے اس جواب کو پسند کیا اور خاموش ہوگیا۔"(۱)

دنیا انسانوں سے بھری ہوئی ہے لیکن رب کائنات کو وہی انسان محبوب ہے جو اسی کی چوکھٹ پر سر جھکاتا اور اسی کو اپنا مالک و خالق سمجھتا ہے اور جو اس کو چھوڑ کر مخلوق میں سے کسی کو اس کا شریک بناتا ہے اور اس کے سامنے سر جھکاتا ہے یا دوسرے سے اپنے مالک و خالق حقیقی کا انکار کرتا ہے اس کی اس مالک کے یہاں کوئی قیمت نہیں بلکہ وہ سخت سزاؤں کا مستحق ہوگا یہ اور بات ہے کہ اس دنیائے فانی میں وہ اپنے منکروں اور باغیوں کو بظاہر عتاب و ناراضگی بعض وقت زیادہ نوازتا ہے۔ اور بہتوں کو تو کھلی چھوٹ دے دیتا ہے کہ وہ دیکھے کہ یہ ذرۂ خاک تمرد و شرکشی، غرور و گھمنڈ میں کہاں تک جاتا ہے اور تاریخ انسانی میں ایسے سرکشوں کی کمی نہیں لیکن انجام سب کا برا ہوا اور آگے جو کچھ ہو رہا ہوگا اسکا تو کوئی اندازہ ہی نہیں لگا سکتا، اسی مالک نے فرمایا:

﴿ولولا ان یکون الناس امة واحدة لجعلنا لمن یکفر بالرحمن لبیوتهم سقفا من فضة و معارج علیها یظهرون ولبیوتهم ابوابا و سررا علیها یتکئون وزخرفا و ان کل ذلک لما متاع الحیاة الدنیا والاخرة عند ربک للمتقین﴾ اور اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک ہی جماعت ہوجائیں گے، تو جو لوگ خدا سے انکار کرتے ہیں ہم ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنادیتے اور سیڑھیاں (بھی) جن پر وہ چڑھتے ہیں، اور ان کے گھروں کے دروازے بھی اور تخت بھی جن پر تکیہ لگاتے ہیں اور (خوب) تجمل و آرائش (کردیتے) اور یہ سب دنیا کی زندگی کا تھوڑا سا سامان ہے اور آخرت تمہارے پروردگار کے یہاں پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

(زخرف/۳۳-۳۵)

اس لئے خسرو کو اپنی جان کے بجائے ایمان کی زیادہ فکر ہوئی بادشاہ کے مقابلہ میں مرشد کی خوشی کو ترجیح دی کہ ایمان سلامت ہے تو سب کچھ ہے ایمان نہیں تو اس چند روزہ زندگی کے عیش کی کیا قیمت؟

خسرو کا واقعہ ہر اس بندۂ مومن کے لئے تازیانہ عبرت ہے جو چند روزہ زندگی کے لئے نہ کھل کر سہی عملی طور پر ایمان اور ایمان کے تقاضوں پر دنیاوی مال و منال اور جاہ و حشم کو ترجیح دیتا ہے اس کی خاطر طرح طرح کی تاویلیں کرتا ہے، مال و جاہ کا چسکہ ایسا ہے کہ اس کے اثرات بعض وقت نہایت خطرناک صورت اختیار کرلیتے ہیں دل میں دنیا کے نقد فائدہ اور لطف و لذت کا نشہ اتنا سما جاتا ہے اور اس کی ایسی دھن سوار ہوجاتی ہے کہ آخرت کی دائمی اور کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی کا خیال و دھیان ذہن و دماغ سے نکل جاتا ہے اور بقول شاعر

لوگ نقد خریدتے ہیں جنہم
جنت جو ادھار رکھی ہے

سب کچھ بھول کر صرف دنیا کے پیچھے بھاگتا ہے اس کے بعض وقت بڑے حیرت انگیز نمونے سامنے آتے ہیں بلکہ اب تو موجودہ ماحول و فضا میں یہ بات اتنی عام ہوتی جارہی ہے کہ جیسے یہ عیب کے بجائے ہنر بن گیا ہے دین کا نام تو لیا جاتا ہے لیکن بقول حضرت حسن بصری کے "ہائے افسوس! لوگوں کو امیدوں اور خیالی منصوبوں نے غارت کیا، زبانی باتیں ہیں عمل کا نام و نشان نہیں، علم ہے مگر (اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے) صبر نہیں، ایمان ہے مگر یقین سے خالی، مومن کی شان تو یہ ہے کہ وہ قوی فی الدین، صاحب ایمان و یقین ہو، عقلمند ہو لیکن نرم خو، دولت ہو تو اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے، خرچ کرنے میں شفیق، خستہ حالوں کے حق میں رحیم و کریم، حقوق کی ادائی میں کشادہ دست و فراخ دل، انصاف میں سرگرم و ثابت قدم، کسی سے نفرت ہو تو اس کے حق میں زیادتی نہ ہونے پائے، کسی سے محبت ہو تو اس کی مدد میں حد شریعت سے نہ بڑھنے پائے، نہ نکتہ چینی کرتا ہو نہ طنز و اشارہ نہ طعن و تشنیع، نیکی کر کے اس کو خوشی ہوتی ہے غلطی ہوجاتی ہے تو استغفار کرتا ہے، یہ تھی شان اصحاب رسول ﷺ کی اپنے درجوں اور مرتبہ کے مطابق، جب تک دنیا میں رہے تو اسی شان سے رہے اور جب دنیا سے گئے تو اسی آن بان سے گئے، مسلمانو! تمہارے سلف صالحین کا یہ نمونہ تھا، جب تم نے اللہ کے ساتھ اپنا معاملہ بدل دیا تو اللہ نے بھی تمہارے ساتھ اپنا معاملہ بدل دیا"۔

حالات خواہ کیسے ہی ہوں مگر صاحب ایمان و عزیمت بندوں کے پائے ثبات میں لغزش نہیں ہوتی وہ جان و مال حتی کہ آل و اولاد تک کی پرواہ نہیں کرتے اس کی صحابہ و تابعین، بلکہ تاریخ اسلام کی پوری چودہ سو سالہ تاریخ میں بے شمار مثالیں ملتی ہیں جو منارۂ نور کا کام دیتی ہیں۔

حضرت صہیب ایمان کی دولت سے بہرہ ور ہو چکے ہیں مگر کفار مکہ عرصۂ حیات تنگ کئے ہوئے ہیں نہ صرف یہ کہ دینی تقاضوں پر عمل کرنے سے روکا جارہا ہے بلکہ طرح طرح کی سزائیں اور تکلیفیں دی جارہی ہیں بالآخر وہ مدینہ منورہ ہجرت کا ارادہ کرلیتے قریش اس کی بھی اجازت نہیں دیتے وہ کہتے ہیں کہ تم مفلس و فقیر بن کر آئے تھے یہاں مالدار بن گئے اب چاہتے ہو کہ سب کچھ لے کر چلے جاؤ یہ نہیں ہوسکتا، مسئلہ دین و ایمان کا تھا مومن صادق دین کے لئے سب کچھ قربان کرسکتا ہے حضرت صہیب نے فرمایا اگر میں اپنا سب مال دے دوں تو جانے دو گے؟ کفار قریش نے کہا ہاں، حضرت صہیبؓ نے جواب دیا سارا مال تمہارے حوالہ ہے جب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی آپ بیتی سنائی اور کہا کہ سب مال دے کر آیا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صہیب نفع میں رہے صہیب نفع میں رہے اور ہمارا حال یہ ہے کہ مال و جاہ کی خاطر دین و ایمان کو داغ دار کر کے اپنے کو نفع میں سمجھتے ہیں، کہنے والا کتنی حسرت سے کہتا ہے ع

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

یہ دین کی خاطر مال سے ہاتھ اٹھا لینے کی ایک مثال تھی ایک اور مثال ہم اپنے تصور و خیال میں لائیں اور غور کریں کہ ہم میں اس کی کتنی قوت و طاقت ہے۔

حضرت ابوسلمہ ہجرت فرماتے ہیں ساتھ میں رفیقہ حیات اور ان کی گود میں معصوم بچہ ہے دونوں اونٹ پر سوار ہیں اور حضرت ابوسلمہ اونٹ کی نکیل لئے چل رہے ہیں، جب بنی المغیرہ کے کچھ لوگوں کی ان پر نظر پڑی تو وہ ان کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ تمہاری حد تک تو ٹھیک ہے تم اپنے کو بچا کے جارہے ہو ان بی بی کو ہم تمہاری ہم رکابی کے لئے کیسے چھوڑ سکتے ہیں یہ کہہ کر انھوں نے اونٹ کی نکیل ان کے ہاتھ سے چھین لی اور مجھے اپنے ساتھ لے گئے، یہ دیکھ کر بنو عبدالاسد میں جو ابوسلمہ کے حمایتی تھے سخت اشتعال پیدا ہوا انھوں نے کہا خدا کی قسم تم نے ان کو ہمارے بھائی سے چھین لیا ہے لیکن ہم اپنے لڑکے کو ان کے پاس ہرگز نہیں چھوڑیں گے، ان کے بعد دونوں میں میرے بچے پر کشاکش شروع ہوگئی اور دونوں اپنی طرف کھینچنے لگے حتی کہ اس کا ہاتھ اکھڑ گیا، بنو عبدالاسد اس کو چھین لینے میں کامیاب ہوگئے ور اس کو اپنے ساتھ لے گئے، بنوالمغیرہ نے مجھے اپنی قید میں کرلیا، میرے شوہر مدینہ روانہ ہوچکے تھے، اس طرح میرا لڑکا میرے شوہر تینوں الگ ہوگئے، میں ہر صبح کو باہر آتی اور "ابطح" میں بیٹھ جاتی اور شام تک روتی رہتی، اس پر پورا ایک سال گذر گیا ایک دن بنوالمغیرہ ہی میں سے میرے چچازاد بھائیوں میں سے ایک بھائی کی مجھ پر نظر پڑی اور میری حالت کو دیکھ کر اسے رحم آیا اور اس نے بنوالمغیرہ سے کہا اس غریب کو کیوں نہیں چھوڑ دیتے تم نے اس کو شوہر اور بیٹے دونوں سے محروم کردیا ہے، وہ کہنے لگے اگر تمہارا دل چاہے تو اپنے شوہر کے پاس چلی جاؤ اس وقت بنوالاسد نے میرا لڑکا مجھے واپس کیا اور میں مدینہ کے لئے روانہ ہوگئی اس حالت میں اللہ کا کوئی بندہ میرے ساتھ نہ تھا جب تنعیم پہنچی تو میری ملاقات عثمان بن طلحہؓ سے ہوگئی جو بنی عبدالدار میں سے تھے انھوں نے مجھے تنہا دیکھ کر نہایت خوش خلقی پاک نگاہی اور شرافت نفس کے ساتھ میرے شوہر کے پاس مدینہ پہنچادیا(۱)

بیوی بچے کی محبت کیسی ہوتی ہے؟ اس کی حقیقت قرآن کریم سے بڑھ کر کون بیان کرسکتا ہے فرمایا ﴿ان من اولادکم و ازواجکم فتنة.. الخ﴾ اولاد اور بیوی کی محبت میں انسان کیا کچھ نہیں کرتا ان کی محبت میں ایسا مغلوب و سرمست ہوتا ہے کہ حرام و حلال تک کی فکر نہیں کرتا ان کو خوش رکھنے کے لئے خالق و مالک کے حکموں کو کس بے فکری کے ساتھ توڑتا ہے۔

مگر ابوسلمہ اپنے دین کی حفاظت کی خاطر کس دل و جگر کے ساتھ بیوی بچے کو چھوڑ مدینہ کے لئے روانہ ہوجاتے ہیں؟ یہ تو مرد کی بات ہوئی کمزور دل صنف نازک کی قوت ایمانی کو دیکھئے شوہر کی جدائی کے غم کے ساتھ اپنے جگر کے ٹکڑے کی چھینا جھپٹی اور پھر اس کے ہاتھ اکھڑ جانے کا منظر کس طرح دیکھ رہی ہیں اور پھر وہ بچہ بھی ان سے جدا کردیا جاتا ہے پورے ایک سال ابطح میں بیٹھ کر صبح سے شام تک وہ کس طرح روتی ہیں اس درد و کرب کا کوئی اندازہ لگایا جاسکتا ہے مگر ان کے ایمان و یقین پر ذرا بھی آنچ نہیں آنے پاتی، اور ہمارا حال یہ ہے کہ

ایماں مجھے کھینچے ہے جو روکے ہے مجھے کفر
کعبہ میرے پیچھے ہے کلیسا میرے آگے

ہمارا خاندانی ایمان، نسلی اور قومی ایمان معمولی سے معمولی نقصان و خسارہ کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے ہم معمولی فائدوں کے لئے ہزار تاویلیں کرلیتے ہیں اور اسی کو اپناتے ہیں اور امید یہ لگاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کا وہی معاملہ ہمارے ساتھ بھی ہو جو صحابۂ کرام اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے خاصان خدا کے ساتھ ہوا۔

خسرو کے الفاظ پھر سے دہرائیے اور سوچئے "بادشاہ کی رنجش سے جان جانے کا خوف تھا لیکن مرشد کی رنجش سے سلب ایمان کا خوف تھا۔"

اسی لئے قرآن کریم متنبہ کرتا ہے

﴿یا ایها الناس اتقوربکم واخشو یوما لا یجزی والد عن ولده ولا مولود هو جاز عن والده شیا ان وعد الله حق فلا تغرنکم الحیاة الدنیا ولا یغرنکم بالله الغرور﴾

(لقمان/۳۳)

"لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو کہ نہ تو باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام آئے اور نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آسکے، بیشک خدا کا وعدہ سچا ہے پس دنیا کی زندگی تم کو دھوکے میں نہ ڈالدے اور نہ فریب دینے والا (شیطان) تمہیں خدا کے بارے میں کسی طرح کا فریب دے۔"

☆☆☆

فقہ وفتاویٰ

فقہی سوال وجواب

مولانا مفتی محمد طارق ندوی

سوال: آج کل تراویح کی نماز ایک ہی رات میں ادا کی جاتی ہے، جسے شبینہ کہتے ہیں، اس میں کچھ لوگ کھڑے ہوکر امام کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں تو کچھ لوگ بیٹھ کر نفل پڑھتے ہیں، تو کچھ لوگ کھانے پینے میں مصروف رہتے ہیں، کیا شبینہ کا یہ طریقہ شرعاً درست ہے۔

جواب: شبینہ کا مروجہ طریقہ کراہت سے خالی نہیں کہ کچھ لوگ تو جماعت میں شریک ہیں اور کچھ لوگ کھانے پینے میں لگے ہیں اس طرح جماعت اور تراویح دونوں کے احترام کے خلاف عمل ہوتا ہے، البتہ اگر سارے مقتدی چست اور صحت مند ہوں اور جماعت کے ساتھ نشاط کے ساتھ نماز تراویح ادا کریں اور حافظ بھی صاف اور واضح الفاظ میں قرآن پڑھے تو ایسی صورت میں شبینہ درست ہوسکتا ہے۔

سوال: آج کل رمضان میں لوگ رواداری کے طور پر ہندوؤں اور دیگر افراد سیاسی لیڈروں کو افطار کے موقع پر بلاتے ہیں، اور اس موقع پر علماء اور دیندار طبقہ کے لوگ بھی ہوتے ہیں، اور نماز چھوڑ کر وہ لوگ ماڈرن طرز پر کھڑے ہوکر افطار کرتے ہیں کیا یہ طریقہ درست ہے؟

جواب: اس طرح کی افطار پارٹی جن سے سیاسی و دنیوی اغراض وابستہ ہوں اور اس کا مقصد اللہ کی رضا نہ ہو بلکہ مقصود شہرت و ناموری ہو، ساتھ ہی اس میں روزہ کا احترام بھی نہ کیا جائے اور کھانے کے اسلامی آداب کو بھی ملحوظ نہ رکھا جائے اور پھر نماز کا چھوڑنا اس پر مستزاد ہو تو ایسی پارٹیوں کا انعقاد شرعاً درست نہیں ہے، رواداری کے لئے مذہب کی روح اور اس کے احترام کے خلاف عمل کرنا سخت گناہ کا کام ہے، اس سے مکمل احتراز لازم ہے۔

سوال: میری طبیعت خراب رہتی ہے، اور عمر بھی تقریباً ۷۵ سال سے اوپر پہونچ چکی ہے، نیز آپریشن ہونے کی وجہ سے میں اس بار رمضان میں صرف تین روزے ہی رکھ سکا اور بقیہ روزوں کا فدیہ ادا کیا ہے، ابھی کمزوری برقرار ہے، کیا تصاور دزے رکھنا ہوگا یا ادا کیا ہوا فدیہ کافی ہوگا؟

جواب: صورت مسئولہ میں چونکہ سائل کافی عمر دراز ہیں اس لئے اگر ضعف وشیخوخت کی وجہ سے قضاء پر قادر نہیں ہیں تو ان کا ادا کیا ہوا فدیہ کافی ہوگا۔

سوال: بعض لوگ رات میں دیر سے کھانا کھاتے ہیں اور سحری کے وقت بیدار نہیں ہوتے ہیں اور یونہی روزہ رکھ لیتے ہیں کیا یہ درست ہے؟

جواب: روزہ کے لئے سحری کھانا مستحب ہے بغیر سحری کھائے روزہ رکھنا جائز ہے البتہ استحباب کے خلاف ہے۔

سوال: انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ قضا لازم ہوگی یا کفارہ؟

جواب: انجکشن لگوانے سے چونکہ دوا جوف دماغ یا معدہ میں نہیں پہونچتی ہے اس لئے روزہ نہیں ٹوٹتا لہٰذا نہ قضا لازم ہوگی نہ کفارہ۔

سوال: داڑھی منڈوانے والے کی شہادت رویت ہلال میں جب کہ عرفاً وہ ثقہ ہو معتبر ہے یا نہیں؟

جواب: داڑھی منڈوانے والا اگرچہ عرفاً ثقہ اور قابل اعتماد ہو مگر اس کی گواہی شرعاً غیر مقبول ہے، لہٰذا رویت ہلال میں اس کی شہادت غیر مقبول ہوگی۔

سوال: آنکھ میں سرمہ یا دوا ڈالنے سے روزہ فاسد ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب: آنکھ میں سرمہ یا دوا ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، آنکھ میں ڈالی ہوئی دوا اور سرمہ کا رنگ و مزہ کبھی حلق اور تھوک میں جو محسوس ہوتا ہے تو وہ مسامات میں ہوکر پہونچتا ہے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

سوال: کیا روزہ دار کسی چیز کا مزہ چکھ سکتا ہے یا اس کو چبا سکتا ہے؟

جواب: کسی چیز کا مزہ چکھنا یا اس کو چبانا مکروہ تحریمی ہے بشرطیکہ کسی عذر کی وجہ سے نہ ہو مثلاً کوئی عورت اپنے شوہر کے لئے کھانا پکاتی ہو اور اس کی بدمزاجی کے پیش خوف ہو کہ اگر نمک درست نہیں ہوگا تو وہ خفا ہوگا تو چکھنا درست ہے، اسی طرح سے کوئی چھوٹا بچہ ہو اور کوئی چیز اس کو کھلانا ہو اور اس کا بدل نہ ہو تو ایسی صورت میں چبا کر بچہ کو دینے کی اجازت ہے بشرطیکہ حلق کے نیچے اس کا اثر نہ جائے۔

سوال: بھول کر کچھ کھا پی لینے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے یا نہیں اور دوسرے لوگوں کو یاد دلانا چاہئے یا نہیں؟

جواب: کسی شخص کو روزہ کا خیال نہ رہا اس بنا پر اس نے کچھ کھا پی لیا تو روزہ فاسد نہ ہوگا، خواہ فرض روزہ ہو یا نفل، ایسی صورت میں اگر اس میں روزہ رکھنے کی بھرپور قوت ہو تو دیکھنے والوں کو یاد دلانا واجب ہے اور اگر اس میں قوت نہ ہو تو یاد دلانا ضروری نہیں ہے۔

سوال: کیا سر میں تیل لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: سر میں تیل لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے۔

سوال: کیا کان میں تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: کان میں تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

سوال: کیا ناک میں دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: ہاں! ناک میں دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

☆☆☆

دعائے مغفرت

☆ جناب اسلم کرمانی صاحب دفتر مالیات دارالعلوم کی خوشدامن اور خالہ محترمہ رحمت بی بی صاحبہ انتقال کرگئیں،

☆ اقبال صاحب منصرم دارالعلوم کی خالہ کا بھی حسین منگاؤں میں انتقال ہوگیا۔

☆ دارالعلوم کے طالب علم پی۔سی شبیر کیرالوی کی والد ماجدہ کا اپنے وطن ترپچور میں انتقال ہوگیا۔

قارئین تعمیر حیات سے مرحومات کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

تعارف وتبصرہ

الطیب الذکی: اردو ترجمہ "الکوکب الدری"

تقریر سنن ترمذی

نام کتاب: الطیب الذکی اردو ترجمہ الکوکب الدری (جلد اول) تقریر سنن ترمذی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ۔ مکتوبہ مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ۔

ترتیب وحواشی: حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ

اردو ترجمہ وتوضیح: مولانا عبد الغفار صاحب، استاذ حدیث مدرسہ امینیہ دہلی۔

ناشر: مجلس خیر، محلہ رام پور چھڑ اول سورتی الاہ منزل سورت (گجرات)

تبصرہ نگار: نورالحسن راشد کاندھلوی

برصغیر ہندو پاکستان میں سنن ترمذی کی شرح و تحقیق اور اس کے معانی ومطالب کی تفہیم وتحقیق کے لئے جن کتابوں یا شروحات سے کثرت سے استفادہ کیا جاتا ہے ان میں ایک "الکوکب الدری علی جامع الترمذی" ممتاز و معروف ہے، ہمارے مدارس اسلامیہ اور اصحاب درس و افادہ میں سے شاید ایک عالم ومدرس بھی ایسے نہ ہوں گے جو اس قیمتی کتاب کے دلدادہ اور ممنون کرم نہ ہوں۔

الکوکب الدری حضرت مولانا گنگوہیؒ کی تقریر کے درسی افادات اور توضیحات ہیں جو دریا بکوزہ کی ایک نادر مثال اور صحیح مصداق ہیں، حضرت مولانا گنگوہیؒ کو حق تعالیٰ شانہ نے فہم وبصیرت حدیث کا ایک نادر خزانہ عطا فرمایا تھا جس کی روشنی میں حضرت مولانا احادیث شریفہ کے معانی ومطالب، ان کی بلاغت و جامعیت اور ان کے مفہوم کی اکثر ایسی تعبیر فرماتے ہیں جو طالبان حدیث کے لئے نادر، غیر معمولی تحفہ اور امت کے دینی وعلمی ذخیرے خصوصاً شروح حدیث میں ایک غیر معمولی اضافہ ہے، ہندو پاکستان کے متعدد اکابر علماء کا قول ہے کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ حدیث شریف کے فہم و ادراک اور شرح وتفہیم میں بہت سی جگہ امت کے مایہ ناز شراح حدیث اور محدثین سے بھی فائق نظر آتے ہیں۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ جزئیات کی تحقیق اور تفصیلی بحثوں نیز بعض متعلقات کو عموماً نظر انداز فرماتے ہوئے اصل حدیث یا مسئلہ پر ایک مختصر مگر نہایت اصولی بات فرمادیتے ہیں جو اکثر ایسی وزنی اور بھاری بھرکم ہوتی ہے کہ اس کو اپنی جگہ سے ہلا دینا آسان نہیں یہ توضیحات اپنے اختصار کے باوجود ایسی پُرمغز اور جامع ہوتی ہیں کہ ان کی مدد سے حدیث کی بہت سی مشکل اور پیچیدہ بحثیں بھی حل ہوجاتی ہیں اور ان کے ذریعہ سے بے شمار احادیث کے مطالب کی تحقیق میں بہت دور تک روشنی اور رہنمائی مل جاتی ہے، گویا حضرت مولانا گنگوہیؒ کے ارشاد فرمائے ہوئے یہ اصول فہم حدیث کی ایک کلید کا درجہ رکھتے ہیں اس کی مدد سے حدیث شریف کے اور بھی بہت مباحث کی تفہیم کا دروازہ کھلتا چلا جاتا ہے۔

شرح حدیث میں حضرت مولانا کا یہ امتیاز بخاری شریف اور سنن ترمذی کی تقریر وتوضیحات میں زیادہ واضح ہوکر سامنے آیا ہے بخاری شریف کے ابواب اور حضرت امام بخاری کے اصول کی جس طرح حضرت مولانا نے وضاحت وتحقیق کی ہے وہ اس سے پہلے کہیں نظر نہیں آتی ہے اس کے بعد سنن ترمذی کا درجہ ہے سنن ترمذی کے ابواب، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور ائمہ فقہاء کے مذاہب اور ان کے مستدلات کا عظیم و بے نظیر مجموعہ ہیں احادیث شریفہ کے لفظی اختلافات، ان کے معانی، ان سے فقہاء اور ائمہ کا استدلال، ان مستدلات کی حیثیت نیز وہ احادیث و روایات جس سے فقہائے حنفیہ استدلال کرتے ہیں اور وہ احادیث وروایات بھی جن سے فقہ حنفی کے خلاف استدلال کیا جاتا ہے سنن ترمذی کے ابواب میں جمع ہوگئی ہیں یا امام ترمذی کی مشہور اصطلاح "وفی الباب" کے تحت ان کا اشارہ وتذکرہ آگیا ہے، حضرت مولانا گنگوہیؒ ان احادیث وروایات کے الفاظ ومرادات کی تعیین فرماتے ہوئے متاخر فقہائے حنفیہ کی ایسی تفریعات پر نقد وتبصرہ بھی کرتے ہیں جو حدیث شریف کے خلاف معلوم ہوتی ہیں، اس کے علاوہ بھی حضرت گنگوہی حدیث شریف کی مشکلات حل کرنے میں فرد فرید نظر آتے ہیں اسی معنویت اور گہرپاشی کی وجہ سے حضرت مولانا کی تقریر ترمذی ممتاز علماء محدثین اور اہل نظر کی نگاہوں کا نور بنی ہوئی ہے غالباً انہی امتیازات وخصوصیات کی وجہ سے حضرت مولانا کے درس کے ابتدائی زمانہ سے ان کی درسی تقریروں کو قلم بند کرنے کا اہتمام کیا گیا، مولانا کے متعدد شاگردوں نے اپنی تعلیم کے زمانہ میں حضرت مولانا کی متعدد تقریریں لکھیں جس کی خاصی شہرت ہوئی، متعدد اصحاب وعلماء نے ان کی نقلیں حاصل کیں نقل در نقل کا عمل جاری تھا کہ اسی دوران حضرت مولانا کی زندگی کا آخری درس ہوا جو اپنی بعض خصوصیات میں سابقہ دروس سے ممتاز شمار کیا گیا اس درس کے بعض شرکاء بھی اپنی لیاقت واستعداد میں منفرد تھے اور اس سال کے درس کی تمام تقریریں ضبط کرنے کا بھی گزشتہ سنین کی نسبت زیادہ اہتمام ہوا جس میں سب سے زیادہ شہرت ومرتبت مولانا یحییٰ صاحب کاندھلوی کی لکھی ہوئی تقریروں کو حاصل ہوئی، مولانا محمد یحییٰ صاحب نے جو بہت ذی استعداد عالم عربی کے اعلیٰ درجہ کے فاضل وادیب تھے حضرت مولانا گنگوہیؒ کے حدیثی افادات کو اپنے جوہر نگار مرصع قلم سے اس طرح پیش کیا کہ مضمون سے قطع نظر وہ تقریریں بجائے خود ایک تحفہ بن گئی ہیں، جس کی عربیت، ادبیت اور بدیع الکلامی ایسی ہے کہ:

وہ کہیں اور سنا کرے کوئی

ان تقریروں کی شہرت ومقبولیت خصوصاً تقریر ترمذی کی اہمیت کی وجہ سے ایک صاحب نے اس کو جوں کا توں شائع کرنا شروع کردیا تھا جب مولانا یحییٰ صاحب کے فرزند اور برصغیر کے ممتاز عالم محدث اور مرشد شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نے اس کو دیکھا تو محسوس کیا کہ اس تقریر کے جوں کے توں شائع ہونے سے اس کی معنویت اور افادیت متاثر ہوگی کیوں کہ اول تو مباحث نہایت نازک ہیں، تقریر نہایت بلیغ وموجز ہے

تعبیرات نہایت عالمانہ ہیں اور یہ افادات وتقریریں حضرت مولانا گنگوہیؒ کے علوئے مرتبت کا مظہر ہونے کے علاوہ خود مرتب تقریر کی لیاقت علمی اور عربی زبان و ادب پر قدرت کا بھی ایک نمونہ ہیں اس کے کئی گوشے وضاحت وتفصیل چاہتے ہیں اگر یہ تقریر حواشی وتوضیحات کے بغیر چھپی تو اس کا افادہ عام نہ ہو سکے گا اور اس سے صرف وہی چند علماء فائدہ اٹھا سکیں گے جو حدیث وادب میں اعلیٰ درجہ کی مہارت وصلاحیت کے علاوہ حضرت گنگوہیؒ کے حدیث میں تخصصات اور ذوق سے واقف ہوں گے علم حدیث کے عام طلبہ اس کے فیوض اور اس نعمت کی قدردانی سے محروم رہیں گے۔

اس لئے حضرت شیخ الحدیث نے اول اس تقریر کا (مولانا محمد یحییٰ کے رفیق دہم سبقی) مولانا حکیم رضی الحسن کی لکھی ہوئی اسی درس کی تقریر سے مقابلہ کیا حکیم صاحب کی مکتوبہ تقریروں میں کچھ ایسے افادات اور نکات وفوائد بھی شامل تھے جو مولانا یحییٰ کی لکھی ہوئی تقریروں میں نہیں آسکے تھے مولانا یحییٰ کی تقریر پر ان کا اضافہ کیا، پھر اس پر نسبتاً مختصر مگر تمام پہلوؤں پر محیط اور ایسا عمدہ حاشیہ تحریر فرمایا کہ یہ تقریر اعلیٰ درجہ کی شرح بن گئی بلکہ معروف شروحات میں بھی ممتاز ہوگئی یہ تقریر یا شرح الکوکب الدری کے نام سے گذشتہ تقریباً ستر سال (طبع اول ۱۳۵۲ھ) سے چھپ رہی ہے اور کثرت سے پڑھی جاتی ہے، یہ تقریر یا شرح (الکوکب الدری) اگرچہ بہت مفصل نہیں ہے لیکن اس میں ایک جہان معنی آباد ہے، جو کچھ ہے وہ مغز ہی مغز ہے جس میں احادیث شریفہ کے متعدد پہلوؤں پر ایک نئے انداز سے روشنی ڈالی گئی ہے نیز احادیث کے تعارض و اختلافات کا حل، مسائل فقہیہ کا استخراج، نکات حدیث کا بیان، حدیث شریف کے بعض الفاظ کے مدلولات کی نادر تحقیق حضرت مولانا گنگوہی کا ایسا کارنامہ اور خدمت ہے جس نے اس تقریر شروح کو نہ صرف سنن ترمذی کی شرح بلکہ شرح حدیث کی تمام کتابوں اور اعلیٰ ترین شروحات میں ایک خاص مقام بخشا ہے۔

لیکن اگرچہ گذشتہ چند سالوں سے مدارس کے طلبہ کی علمی استعداد میں جو کمی آئی ہے اس کا ایک اثر اور شاخسانہ یہ ہے کہ ہمارے طلبہ ایسے اعلیٰ درجہ کی کتابوں سے براہ راست پورا فائدہ نہیں اٹھا سکتے طلبہ کی اس کمزوری کی وجہ سے بعض پرانے اساتذہ کی بہت دنوں سے یہ رائے تھی کہ اس قیمتی شرح یا تالیف کو اس طرح اردو میں منتقل کیا جائے جس سے اس کی معنویت متاثر نہ ہو اور اس کے تمام مباحث آسانی سے طلبہ کی سمجھ میں آجائیں۔

اسی خیال سے مدرسہ کاشف العلوم (مرکز تبلیغ نظام الدین دہلی) کے ایک پرانے استاذ مولانا محمد یعقوب خاں صاحب سہارنپوری نے مولانا عبدالغفار بستوی سے خواہش ظاہر کی کہ وہ اس خدمت کو انجام دیں اور الکوکب الدری کے متن کو اردو میں منتقل کردیں ظاہر ہے کہ یہ آسان کام نہیں تھا اس لئے مولانا عبدالغفار صاحب بستوی کو اس کام کی تکمیل میں تامل رہا مگر جب مولانا محمد یعقوب صاحب کا مکرر اصرار ہوا تو مولانا نے اس کا ارادہ کرلیا اور مولانا عبد الغفار صاحب استاذ حدیث مدرسہ امینیہ دہلی سات آٹھ سال سے اس خدمت کے انجام دینے میں مصروف ہیں ترجمہ کا اکثر حصہ مکمل ہو چکا ہے اس ترجمہ وتوضیح کو فاضل مترجم نے "الطیب الذکی" کے نام سے موسوم کیا ہے اس کی پہلی جلد شائع ہو چکی ہے جس میں کتاب الصلوٰۃ کے اختتام تک کے ابواب ومباحث آگئے ہیں۔

فاضل مترجم نے مولانا یحییٰ کی مختصر اور فنی تعبیرات کا (جس میں بعض بہت دقیق ہیں) آسان شگفتہ زبان میں ترجمہ کیا ہے نیز مترجم نے اس کاوش کو صرف مولانا یحییٰ صاحب کی تقریر کے ترجمہ تک محدود نہیں رکھا بلکہ حضرت مولانا گنگوہی کی تقریر کے حاشیوں میں شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ نے جو قیمتی اضافے اور تشریحات فرمائی ہیں ان کا اکثر اہم حصہ بھی اس ترجمہ میں شامل کرلیا ہے جس کو کہیں اضافہ کے عنوان سے اور کہیں قوسین میں درج کیا گیا ہے، مزید یہ کہ سنن ترمذی کی اردو کی جو شرحیں یا تقریریں آجکل ہندو پاکستان کے درسی حلقوں میں مروج ہیں مثلاً معارف مدینہ مولانا سید طاہر حسین صاحب امروہوی، تقریر ترمذی مولانا تقی عثمانی مدظلہم وغیرہ اور اس کے علاوہ چند اور معروف تقریروں اور مطبوعہ افادات سے بھی خوب استفادہ کیا ہے، ان میں سے بھی جواہرات چن کر اس مجموعہ میں جڑ دیئے ہیں جس سے ترجمہ کی حیثیت ایک عمدہ تالیف اور سنن ترمذی کی ایک نئی دو آتشہ شرح کی ہوگئی ہے۔

مترجم مرتب نے اس خدمت کو بہتر سے بہتر طریقہ پر انجام دینے کی ہر ممکن کوشش کی ہے مترجم تقریباً آٹھ سال سے مدرسہ امینیہ دہلی میں حدیث شریف کی اعلیٰ کتابیں پڑھا رہے ہیں لیکن اس ترجمہ کے لئے انہوں نے صرف اس لیاقت اور تجربہ پر اعتماد نہیں کیا بلکہ ترجمہ کی تحقیق وصحت کے لئے سنن ترمذی اور حدیث شریف کی دوسری اہم شروحات سے بار بار مراجعت کرتے رہے اور مدد لیتے رہے پھر بھی قدم قدم پر نئے سوالات اور مشکلات سامنے آتی ہیں اس کے لئے جناب مترجم نے اپنے اساتذہ کرام نیز دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کے بڑے علماء اور اساتذۂ حدیث سے کثرت سے استفادہ کیا جو مسائل ومباحث خط وکتابت سے طے ہو سکے ان کے لئے خط وکتابت کا اہتمام کیا اور جو ترجمہ کرتے رہے اس کو حرف بہ حرف ان حضرات کے ملاحظہ سے گزارتے رہے اور ہر اک صفحہ پر ان سے مراجعت کرتے رہے یوں یہ تحفہ مکمل ہو کر ہمارے سامنے آیا ہے، امید ہے کہ اس کی پوری پذیرائی کی جائے گی اور اس کی آئندہ جلدیں بھی شائع ہو کر اہل ذوق کی مدد اور رہنمائی کریں گی، میں اس مبارک اور قیمتی خدمت پر جناب مترجم کو مبارک باد پیش کرتا ہوں، اس ترجمہ کی خوبی اور مترجم کی قابلیت ومحنت کا ترجمہ دیکھنے سے ہی اندازہ کیا جاسکتا ہے اس مختصر تبصرہ میں اس کا مفصل تعارف ممکن نہیں۔

یہ جلد سات سو صفحات پر مشتمل ہے جو عمدہ کمپوزنگ، بہتر کاغذ اور عمدہ جلد کے ساتھ چھپی ہے، یہ کتاب مختلف کتب خانوں کے علاوہ مترجم کے پتے پر بھی دستیاب ہے۔ پتہ یہ ہے:

مولانا عبدالغفار صاحب بستوی، استاد حدیث مدرسہ امینیہ، بڑا بازار کشمیری گیٹ دہلی ۱۱۰۰۰۶۔☆

ختنہ

مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری

اسلام ایک آفاقی مذہب ہے، وہ انسانی زندگی کے بقاواستحکام اور اس کے حسن وجمال کا داعی اور محرک ہے، وہ اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ انسان جس طرح پوشاک اور ظاہری مظاہر میں تجمل کا خیال رکھے، اسی طرح اپنے جسمانی حسن وجمال کو بھی ملحوظ رکھے، خصوصاً جسمانی صفائی ستھرائی کا اہتمام رکھنے کو جزو ایمان قرار دیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد رسالت ہے، "النظافۃ من الایمان" صفائی نصف ایمان ہے، اور یہ بھی ارشاد ہے کہ "پانچ چیزیں صحت کی ضامن ہیں:

(۱) زیر ناف بالوں کی صفائی

(۲) ختنہ

(۳) مونچھوں کا کتروانا

(۴) بغل کے بالوں کا صاف کرنا

(۵) ناخن تراشنا

ان کو فطرت کے مطابق قرار دیا گیا، یعنی جس طرح بچہ اپنی فطرت کے مطابق صحت مند، بے روگ، کامل الخلقۃ اور حسن وجمال کا پیکر اور محبوب وبر دلعزیز ہوتا ہے، اسی طرح ان پانچ خصلتوں پر عمل کرنے سے فطری جمال دوبالا ہو جاتا ہے، حفظان صحت کے اعتبار سے بھی یہ ضروری ہے، جو لوگ ایسا نہیں کرتے وہ فطرت سے بغاوت کرتے ہیں، اور طرح طرح کے امراض کا شکار ہوتے رہتے ہیں۔

صحت کا ایک انوکھا مظہر جس کی اسلام نے تاکید کی ہے، بلکہ جس کو مسلم اور غیر مسلم کے مابین ایک شناخت کی حیثیت حاصل ہوگئی ہے، آج جو اسلامی پیرایہ سے نکل کر عوام کے سامنے اپنی افادیت کو ثابت کر رہا ہے اور دنیا نے اس کی افادیت کو تسلیم بھی کیا ہے، وہ ختنہ (Circumcision) ہے، حدیث شریف میں اس کی یوں تاکید آتی ہے۔

"القی عنک شعر الکفر واختتن"
(ابوداؤد ۳۵۶)

"عاصم بن کلیب کے دادا حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جٹا کو کٹوادیں اور ختنہ کرائیں"

حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں صحیحین میں یہ روایت آئی ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اختتن ابراھیم بعد ما أتت علیہ ثمانون سنۃ (بخاری ومسلم ۲/۲۵۷)

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی سال کی عمر میں ختنہ کیا"

اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کسی کا ختنہ بچپن میں نہ ہوا ہو تو بعد میں بھی اس کو ختنہ کرنا ہوگا۔ اسی وجہ سے بعض ائمہ ختنہ کے وجوب کے قائل ہیں، جب کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ختنہ سنت مؤکدہ ہے، آج کل ختنہ اسلامی شعار کا درجہ رکھتا ہے، مسلم اور غیر مسلم کا فرق اس سے ہوتا ہے، لہٰذا کہیں فساد ہو یا آسمانی یا انسانی افتاد کے نتیجے میں اجتماعی اموات ہوں تو اس میں واحد پہچان یہی ختنہ ہوتا ہے، لہٰذا ختنہ کرانے میں کوتاہی نہیں کرنی چاہئے، حضرت ابراہیمؑ کی ملت کے ہم پیرو ہیں، اور آپ نے خدا کے حکم سے اپنا ختنہ کیا، لہٰذا ہمیں کسی ہچکچاہٹ کے بغیر اس پر عمل کرنا چاہئے۔

ختنہ چھوٹی عمر میں مناسب ہے

ختنہ کے لئے مناسب ہے کہ عقیقہ کے ساتھ ہی ختنہ کردیا جائے، زخم بھی جلد مندمل ہو جاتا ہے، اور مختون کو زیادہ تکلیف بھی نہیں ہوتی، اور کشف عورت کا بھی مسئلہ نہیں پیدا ہوتا، لیکن اگر کسی وجہ سے ایسا نہ ہو سکا تو سن بلوغ کو پہونچنے کے بعد ختنہ کرنا واجب ہو جاتا ہے، امام ماوردی نے فرمایا ہے۔

"لہ وقتان وقت وجوب ووقت استحباب، فوقت الوجوب البلوغ ووقت الاستحباب قبلہ والاختیار من الیوم السابع من بعد المولود" (فتح الباری ۱۰/۳۴۲)

"ختنہ کے دو وقت ہیں، ایک مستحب اور دوسرا واجب، بلوغ کے بعد ختنہ کرنا واجب ہے، اور اس کے پہلے مستحب ہے، ولادت کے ساتویں دن پسندیدہ، افضل ہے۔"

ختنہ کے فوائد

ختنہ کے فوائد کے پیش نظر آج امریکی ممالک میں ۵۹ تا ۹۰ فیصد لوگ ختنہ کراتے ہیں، دوسرے یوروپی ممالک بشمول جاپان اور روس میں نوزائیدہ بچوں میں ختنہ کرانے کا رواج زیادہ ہے برطانیہ، آسٹریلیا، کناڈا وغیرہ میں ایک مذہبی رسم کے طور پر نہیں بلکہ دیگر بہت سارے فوائد کے پیش نظر ختنہ کرایا جاتا ہے، جن کی توثیق طبی سائنسی سطح پر بھی ہو چکی ہے جیسے عضو کی حفاظت، مقامی حفظان صحت اور مختلف امراض سے بچاؤ، خاص طور سے جنسی بیماریوں سے بچاؤ وغیرہ، اس سے عضو تناسل کینسر جیسی موذی بیماری سے محفوظ ہو جاتا ہے، سوزاک آتشک جیسی خبیث جنسی بیماریوں سے تحفظ حاصل ہوتا ہے، دنیا کی ایک بڑی تعداد صحت کے خیال سے ختنہ کرتی ہے، جب کہ اسلام نے اسے نظافت کے ذیل میں نصف ایمان قرار دے کر دونوں ہاتھ میں لڈو دے دیا ہے۔

ختنہ میں دعوت وغیرہ

بچہ کے ختنہ کے وقت مختلف علاقوں میں مختلف رسومات کئے جاتے ہیں، کہیں بچہ کو دولھا بنایا جاتا ہے، نئے جوڑے کے ساتھ، سہرا بھی باندھا جاتا ہے، عام اعزہ جمع ہوتے ہیں، بچہ کو دولھا بنا کر پورے گاؤں میں

گھمایا جاتا ہے، پھر مسجد میں لے جا کر سجدہ کرا کر واپس لاتے ہیں، اور کہیں اپنے مورث اعلیٰ کی قبر پر سلام کرانے کی غرض سے بھی لے جاتے ہیں، اس کے بعد گھر واپس لا کر ختنہ کیا جاتا ہے، ایک چھوٹی سی شادی کی ہی تقریب ہو جاتی ہے، عورتیں گیت گاتی ہیں، اور یہ سلسلہ کئی روز پہلے سے شروع ہو جاتا ہے، اب اس میں پہلے سے کمی آئی ہے، لیکن اب بھی رسومات کا سلسلہ کم و بیش جاری ہے، ختنہ کے دن دعوت کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ختنہ ایک اسلامی شعار ہے، اس کی ادائیگی پر جتنی خوشی ہو اس کو خلاف شریعت نہیں کہا جا سکتا، لیکن جو چیز ختنہ کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، اسے نہ کرنا ہی بہتر ہے، خوشی کے اظہار کے لئے اگر ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جو غیر شرعی نہ ہو اور اسراف و ریا سے پاک ہو تو اس کی اجازت ہو سکتی ہے۔

حضرت ام علقمہ سے منقول ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی کے بچیوں کے ختنہ کے موقع پر اس کی اجازت دی تھی، ام علقمہ فرماتی ہیں کہ حضرت عائشہ کے ایماء پر "عدی" کو بلایا گیا، اور وہ گا کر تھرکنے لگے، تو حضرت عائشہ نے جب دیکھا تو فرمایا، اف یہ تو شیطانی حرکت ہے، باہر کر دو۔ (الادب المفرد ۱۲۴/۱) اس سے نفس اجازت پر بعض لوگوں نے استدلال کیا ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ خلاف شرع نہ ہو۔

ختنہ کے موقع پر شرکت و دعوت کا بھی پتہ چلتا ہے، بعض لوگ ختنہ کی دعوتوں میں اس لئے شریک نہیں ہوتے تھے کہ ایسا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کرنا ثابت نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے۔

"حضرت عثمان بن ابوالعاص کو ختنہ کے وقت بلایا گیا تو فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ ہم ختنہ کی تقریب میں شریک ہوتے تھے اور نہ ہی دعوت دی جاتی تھی۔"

❁❁❁

دینی تعلیمی کونسل کا نظام تعلیم تاریخی اعتبار سے ضروری ہے

گورکھپور کی علاقائی کانفرنس میں مولانا محمد رابع حسنی ندوی کی تقریر

دینی تعلیمی کونسل اور اس کی ضلعی شاخیں انجمن تعلیمات دین کے نام سے نصف صدی کے قریب تک پھیلی ہوئی تاریخ میں اپنی کوششوں کے نتائج کی ایک فہرست رکھتی ہیں اور ملک کے جو حالات ہیں ان میں افادیت اور ضرورت کو برابر ثابت کر رہی ہیں اور ان کی کامیابی کی مقدار کو سامنے رکھتے ہوئے امت کے اس شعور کا اچھا اظہار ہو رہا ہے کہ امت کو اپنے ملی اور مذہبی تحفظ کی ضرورت کا احساس ہے۔

ان خیالات کا اظہار دینی تعلیمی کونسل کے صدر مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے اپنے اس کلیدی خطبہ میں کیا جو انھوں نے علاقائی دینی تعلیمی کانفرنس کے موقع پر گورکھپور میں پیش کیا۔

انھوں نے کہا کہ ہندوستان کو جب آزادی ملی تو یہ آزادی زندگی کے سیکولر ڈھانچہ کے اندر ملی لیکن یہاں کی اکثریت اور اقلیت کے درمیان فرقہ ورانہ احساسات کے بڑے پیمانہ پر اثر انداز ہونے سے سیکولر اصولوں پر عمل کمزور رہا۔ چنانچہ آزادی ہند کے بعد جو صورت حال پیدا ہوئی اور اس کے جو اثرات ملی اور مذہبی تحفظ پر پڑنا شروع ہوئے اس کو مسلمانوں کے باشعور طبقہ کے صرف محدود افراد نے محسوس کیا اس کا اہم پہلو نئی نسل کو تعلیم کا اسلامی عقائد و تعلیمات سے ٹکراؤ دور کرنا تھا۔

مولانا نے اس سلسلہ میں قاضی محمد عدیل عباسی مرحوم کو یاد کرتے ہوئے کہا کہ اس کی فکر کرنے میں ان کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے، انہوں نے یہ نظام بنایا کہ کم از کم آغاز عمر کی نسل کے ذہنوں کو غیروں کے عقائد اور رجحانات میں دخل جانے سے روکنے کے لئے منفی انتظام کے بجائے مثبت انتظام کی طرف توجہ کی جائے۔

مولانا رابع ندوی نے کہا کہ دینی تعلیمی کونسل اسی مثبت انتظام کا ادارہ ہے جو قاضی صاحب مرحوم نے قائم کیا تھا اور جس کی سرپرستی نصف صدی تک مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کرتے رہے۔

دینی تعلیمی کونسل کی علاقائی دینی تعلیمی کانفرنس جو گورکھپور کے علاوہ دیوریا، مہراج گنج، کشی نگر سنت کبیر نگر، بستی اور سدھارتھ نگر اضلاع پر مشتمل تھی اور جس میں انجمن تعلیمات دین کے عہدہ داران، مدارس اسلامیہ اور عصری تعلیمی اداروں کے ذمہ داران اور نمائندگان کی بڑی تعداد شریک ہوئی۔ اس سے پہلے اجلاس کی صدارت دارالعلوم بستی کے ناظم مولانا باقر حسین نے کی اور نمائندوں نے اظہار خیال کیا۔

ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی جنرل سیکریٹری دینی تعلیمی کونسل نے اس کانفرنس کے عوامی رجحان اور نمائندگان کے اجلاس کی بھرپور کامیابی کی بنا پر اس کو تاریخی قرار دیا لیکن اس کا شکوہ بھی کیا کہ وقت اور حالات کے تقاضوں کی مکمل تکمیل مسلمانوں کی طرف سے نہیں ہو رہی ہے، تحریک و تنظیم کے استحکام اور دینی و عصری علوم سے گہری دلچسپی اور زبان و ادب کی حفاظت کا وہ جذبہ نہیں نظر آتا جس کی توقع کی جاتی ہے اور جس کی اشد ضرورت ہے، انھوں نے کہا کہ حکومتوں سے ہم جمہوری اور دستوری حقوق کے مطالبات کرتے ہیں لیکن اگر ہم خود اپنی ذمہ داریوں اور اپنے فرائض کا احساس نہیں کر سکتے اور خود اپنے کرنے کے کام بھی نہیں کر سکتے تو محض حکومتوں سے مطالبات کا ہمیں کوئی اخلاقی حق حاصل نہیں ہوگا۔

مولانا محمد خالد غازی پوری نے دینی اور عصری علوم کے خوشگوار امتزاج اور دینی تعلیمی کونسل کی خدمات کا ذکر کیا، مولانا جنید عالم ندوی نے رپورٹ اور ڈاکٹر عزیز احمد نے خطبۂ استقبالیہ پیش کیا۔

❁❁❁

کابل سے بغداد تک

قاعدہ بغدادی کا سبق

مولانا نذر الحفیظ ندوی

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب "مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش" کے حرف آغاز میں اسلامی دنیا میں برپا ذہنی کشمکش اور اس کے سنگین نتائج کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"اس وقت تقریباً تمام مسلمان ممالک میں ایک ذہنی کشمکش اور شاید زیادہ صحیح الفاظ میں ایک ذہنی معرکہ برپا ہے، جس کو ہم اسلامی افکار و اقدار اور مغربی افکار و اقدار کی کشمکش یا معرکہ سے تعبیر کر سکتے ہیں، ان ملکوں کی قدیم تاریخ، مسلم اقوام کی اسلام سے گہری وابستگی اور محبت اور جس نام پر جنگ آزادی لڑی اور جیتی گئی یا جس طاقت کے سہارے ان ملکوں کی آزادی کی حفاظت کی گئی، سب کا دعویٰ ہے کہ اسی سرزمین پر صرف اسلامی افکار و اقدار کا حق ہے اور یہاں اس مسلک زندگی کی پیروی جائز ہے، جس کی اسلام نے دعوت دی ہے۔

لیکن اس کے برعکس جس طبقہ کے ہاتھ میں اس وقت ان ممالک کی زمام کار ہے اس کی ذہنی ساخت، اس کی تعلیم و تربیت اور اس کی ذاتی و سیاسی مصالح کا تقاضا ہے کہ ان ممالک میں مغربی افکار و اقدار کو فروغ دیا اور ان ممالک کو مغربی ممالک کے نقش قدم پر چلایا جائے، اور جو دینی تصورات، قومی عادات، ضوابط حیات اور قوانین و روایات اس مقصد میں مزاحم ہوں، ان میں ترمیم و تنسیخ کی جائے، اور بالاختصار کہ ملک و معاشرہ کو تدریجی طور پر لیکن عزم و فیصلہ کے ساتھ مغربیت کے سانچے میں ڈھال لیا جائے۔" (۱)

مولاناؒ نے یہ تحریر ۱۹۶۳ء میں لکھی تھی، آپ اس کی روشنی میں ترکی سے لے کر عراق تک اور مصر سے لے کر مراکش تک کا جائزہ لیں گے تو معلوم ہوگا کہ مصطفیٰ کمال ہوں یا جمال عبدالناصر، حافظ الاسد ہوں یا صدام حسین، معمر القذافی ہوں یا حبیب بورقیبہ، بوتھلیقہ ہوں یا بن علی سبھوں نے عزم و فیصلہ کے ساتھ عالم اسلام کو مغربی سانچہ میں ڈالنے کی پوری کوشش کر ڈالی اس لئے کہ ان کے ذاتی و سیاسی مصالح کا بنیادی تقاضا یہی تھا، استعماری ملکوں نے انھی مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے ان کے اقتدار و استبداد کو استحکام بخشا، اس طبقہ کی غلط اندیشی اور بے راہ روی نے عالم اسلام کو ذہنی ارتداد کے خطرے میں مبتلا کر دیا اور اسلامی ممالک کا رخ خالص اسلامیت کے بجائے خالص مغربیت کی طرف موڑ دیا اور عوام کو بے زبان گلہ اور جانوروں کے ریوڑ کی طرح غیر اسلامی بلکہ انسانیت کے دشمنوں کی قیادت کے ہاتھ میں دے دیا، ہم نے گذشتہ مضامین میں جو کچھ لکھا ہے وہ صرف عراق کے ساتھ مخصوص نہیں اور نہ یہ صرف صدام حسین کے ساتھ خاص ہے بلکہ ہر اسلامی ملک کی کرسی پر ایک صدام حسین بیٹھا ہے بلکہ اس کوکیلوں سے جڑ دیا گیا ہے اس حد تک کہ پورا عالم اسلام خود شناسی اور خود اعتمادی کی دولت سے محروم ہو گیا ہے وہ ذہنی اور علمی حیثیت سے اسی طرح مغرب کے غلام ہیں جس طرح ایک پسماندہ ملک غلام ہو گیا ہے، فکری، تہذیبی اور تعلیمی میدان میں وہ اتنی بھی خود اعتمادی، انتخاب کی آزادی اور تنقیدی صلاحیت کے مالک نہیں جتنی کہ کسی ایک عاقل و بالغ انسان سے توقع کی جاتی ہے، اس سے بھی آگے بڑھ کر انسانیت دشمنی کے جو نمونے عالم اسلام کے ان حکام یا مغربی ایجنٹوں نے پیش کئے اس کی توجیہ و تحلیل یا تاویل سے ہم قاصر ہیں، مثال کے طور پر صدام کے دور حکومت میں نفسیاتی اور جذباتی اعتبار سے بھی عراقیوں کا مطالعہ کر کے انہیں سزا دی گئی، بالفاظ دیگر انسانی احساسات و جذبات کے اظہار پر بھی پابندی عائد کر دی گئی، کربلا میں واقع گرلس اسکول کی ایک معلمہ کے دو نوجوان بیٹوں کو جب پھانسی دی گئی تو اس معلمہ کے ساتھ کام کرنے والی چار معلمات تعزیت کے لئے ان کے گھر گئیں، یہ ایک سنگین جرم تھا، اس پر ان چاروں کو یہ سزا دی گئی کہ انہیں ملازمت سے نکالنے اور آئندہ کسی بھی ملازمت سے محروم کرنے کے احکامات دیئے گئے، اسی طرح ایسے ڈیڑھ سو فوجیوں کو پھانسی دینے کے بعد ان کے قریبی عزیزوں کی فہرست جاری کی گئی کہ انہیں آئندہ فوج میں نہ لیا جائے، ایک ایسی ہی دوسری فہرست جاری کی گئی جن کی سال بھر نگرانی کرنے کی ہدایت دی گئی تھی اور یہ کہ کسی حساس عہدے پر انہیں نہ رکھا جائے۔

بلا استثناء ایسا تمام عرب ملکوں میں کیا جا رہا ہے اور ملک کی بیش قیمت دولت خواہ وہ انسانی صلاحیتوں کی صورت میں ہوں یا مادی سرمایہ کی شکل میں صرف اس بات پر ضائع کیا جا رہا ہے کہ اسلامی ملکوں کو ان کی شناخت سے محروم کر دیا جائے، لیکن کیا ان مغربی ملکوں کو اس مقصد میں کامیابی حاصل ہوئی، اگر اسلام دشمن طاقتوں کو کہیں کامیابی مل سکتی تھی تو وہ تاتاری یورش اور اسپین کے مسلمانوں کے خاتمہ کے بعد مل سکتی تھی یا ہمارے ملک کی اکثریت کو پچاس سال کی مسلسل انسانی نسل کشی کے بعد مل سکتی تھی، برطانوی استعمار کو ہندوستان میں اور ڈچ استعمار کو انڈونیشیا میں مل سکتی تھی کہ ان استعماری طاقتوں نے جدید و قدیم تمام ذرائع اور بہترین وسائل استعمال کر ڈالے کہ مسلمان ختم ہو جائیں، یہی سعی نامراد اسرائیل بھی امریکہ کی مدد سے کر رہا ہے لیکن واقعات و حقائق کیا کہتے ہیں، اور کیا آثار و قرائن ظاہر ہو رہے ہیں اور ان انسان دشمن ملکوں کے تاریک اور بھیانک مستقبل کی پیشگوئی خود ان کے مبصرین کس طرح کر رہے ہیں، وہ اعداد و شمار اور حقائق و واقعات کی روشنی میں تجزیہ کر کے اس قیمتی نتیجہ تک پہونچے ہیں کہ ۲۰۵۰ء تک امریکہ، یورپ، جاپان، روس اور اسرائیل اس مقام پر ہوں گے جہاں اس وقت ترقی پذیر (اسلامی ممالک) ہیں، اقتصادی، سیاسی، فوجی، اور آبادی کے

Haj-2004

(Flight from Lucknow)

Haj-Rs. 70,000/-

Umrah-Rs.28,000/-

Includes:

+ Visa
+ Lucknow-Jeddah-Lucknow economy class air ticket
+ Medical Certificate
+ Accommodation (Mecca & Medina)(500 meters from the periphery of the Haram.
+ All Transport (Jeddah-Mecca-Medina-Jaddah) (Mecca -Mina-Arafat-Mina-Mecca)
+ Ziarat of holy places.
+ Complete guidance from Lucknow for performing Haj

Not included:

+ Meals & Qurbani

Requirements:

+ Passport along with 12 coloured passport size photos
+ Rs. 20,000/- as an advance for registration and balance will be deposited in the month of Ramazan

For details contact

Travelup

58,Hazratganj, Lucknow-226001
Phone :0522-2274712 Telefax: 0091-522-2266910
E-mail: travelup@rediffmail.com
Mobile: 9415086659

M.M.S Since 1960

M.MATEEN & SON

(DHAGEY WALEY)

Deales In:
Staple & Cotton Fast Dyed Embroidry Y...
Cotton Waste Yean & Gaurenteed Fast D...

28/1, Gali Parcha, Chowk, LUCKNOW-226003

2255857
2248608

22704
22944

MEENA BAKERY

Specialist In:
Bread, Bunds, Cakes, Biscuits, Pasteries
Rusk, Birthday Cakes, Paties, Rolls etc.

337 Phool Bagh, Lucknow-226001

Faheem Ahmad

Tel : 267103

MODERN CLOTH HOUSE
OPP. HAFIZ JI LUNGI WALE

All Kinds of Fancy Ladies Suits & Suting Shirting

81-82 New Nakhas Market, Lucknow.

تعمیر حیات

تعمیر حیات ایک رسالہ ہی نہیں بلکہ ایک تحریک ہے
اس کی توسیع اشاعت میں حصہ لیں۔

اعتبار سے بھی یہ ممالک پسماندگی کے آخری درجے پر پہونچ جائیں گے۔ جس کو مزید معلومات مطلوب ہوں وہ امریکی سیاستداں اور مفکر مسٹر Mr.Patrick.J.Buchanan کی معرکۃ الآرا کتاب The Death of The West کا مطالعہ کرسکتا ہے۔

عراق کو اسلامی تشخص سے محروم کرنے کی مغرب (امریکہ) نے جو کوشش کی اور جس طرح اس کے خلاف ہمہ جہت منصوبہ بنا کر اپنے سانچہ میں ڈھالنے کے لئے جدوجہد کی اس کی روشنی میں امریکہ کو حسن ظن تھا کہ عراق کے دروبست پر ہم حاوی ہوجائیں گے اور بڑی آسانی سے ہمارے مقاصد حاصل ہوجائیں گے اور صدام سے نجات دلانے کی خوشی میں ہمارا گرم جوشی سے خیر مقدم ہوگا اور اس کی راہوں میں پھول بچھائے جائیں گے لیکن ہوا کیا یہ امریکہ جیسے غبی اور جاہل ملک کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے، اس کا سارا کیا دھرا اسی کے خلاف جارہا ہے، سیاسی، اقتصادی اور اخلاقی سطح پر وہ اتنا ذلیل ہورہا ہے جس کی مثال نہیں ملتی، فوجی میدان میں جس طرح اس کو پے در پے شکست ہورہی ہے اور نہتے طالبان اور عراقی جس طرح سپر پاور کی ناک قسطوں میں کاٹ رہے ہیں اس کی مثال گجرات کے مودی سے دی جاسکتی ہے جس کی ناک ہندوستانی عدالت عالیہ اور میڈیا دونوں کاٹ رہے ہیں۔

امریکہ نے افغانستان اور عراق پر قبضہ کرنے کے لئے دس سال قبل جو منصوبہ تیار کیا تھا اس میں سیاسی و فوجی یورش کے ساتھ ان ملکوں کی اسلامی شناخت کو ختم کرنے کا بھی منصوبہ تھا، اس مقصد کے لئے امریکی ماہرین تعلیم نے افغانی و عراقی ملحدوں کے تعاون سے تعلیمی منصوبہ ترتیب دیا تاکہ فوجی قبضہ کے ساتھ ثقافتی اور تہذیبی میدانوں میں بھی اس منصوبہ کو نافذ کیا جاتا رہے، دونوں ملکوں کے لئے جو تعلیمی نظام اور نصاب بنایا گیا اس میں لادینیت کی روح کو بنیادی اہمیت دی گئی، مثال کے طور پر دوسرے درجہ کے نصاب میں ایک مضمون ہے جس میں عبداللہ اور عبدالرحمٰن نامی دو طالب علم جب آپس میں ملتے ہیں تو اسلامی طریقہ سے سلام کرتے ہیں اور حمد و شکر کے الفاظ استعمال کرتے ہیں، ان کا لباس بھی عربی ہوتا ہے، گفتگو کا موضوع بھی اسلامی اخوت، حق ہمسائیگی اور محبت و ہمدردی اور غمخواری ہے، لیکن ان ماہرین کے نزدیک چونکہ اس مضمون سے اسلامیت کی بو آتی تھی اس لئے اس کو سیکولر رنگ میں اس طرح رنگ دیا گیا کہ نام، شکل وصورت اور گفتگو کسی بھی زوایے سے یہ نہ معلوم ہو کہ دونوں مسلمان ہیں، اور اخوت و محبت اور غمخواری و دلداری، غریبوں اور محتاجوں کی مدد اور ایثار و قربانی مسلمانوں کی پہچان ہے اس مضمون کو جدید نصاب میں اس طرح تبدیل کیا گیا ہے کہ ایک لڑکی اور دوسرا لڑکا ہے، دونوں جینز پہنے ہوئے ہیں اور ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ہوئے ہیں، نام سے بھی ان کی شناخت نہیں ہوتی، خیریت طلبی میں بھی جملہ انگریزی طرز پر گڈ مارننگ عربی اور پشتو میں ادا کئے جاتے ہیں، اور گفتگو میں تذکرہ ہے تو کسی فلم کا یا کسی نائٹ کلب کا اور رقص و شراب کا حتی کہ حساب کا جو سبق ہے اس کو بھی بداخلاقی کی تعلیم کے لئے استعمال کیا گیا ہے، یعنی ایک لڑکی اگر شراب کا ایک کریٹ تین سو اسی ڈالر میں فروخت کرتی ہے تو بتاؤ کہ تین سو کریٹ کی فروخت سے اس کو کتنی آمدنی ہوگی، اسی طرح اگر ایک رات میں ڈانس کے ذریعہ ایک سو اسی ڈالر کماتی ہے تو دو ماہ میں وہ کتنے ڈالر کمالے گی، غرض کہ جاہلی تہذیب و تمدن بلکہ امریکی تہذیب و ثقافت کے سانچہ میں افغانیوں اور عراقیوں کو ڈھالنے کے اس منصوبے پر نو ملین ڈالر افغانستان اور ایک سو ملین ڈالر عراق کے لئے مخصوص کے گئے ہیں یہ سارا نصاب افغانستان میں نافذ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے لیکن ان کتابوں کو جس طرح جلایا جارہا ہے اس کی خبر میڈیا کیوں دے گا، عراق اب بھی امریکی توقع کئے بیٹھے ہیں کہ اکتوبر سے جب تعلیم شروع ہوگی تو اس نظام اور نصاب کو نافذ کردیا جائے گا، لیکن جب عراقیوں نے صدام جیسے ظالم اور جابر کو ٹھکانے لگا دیا تو بش اور ان کی پارٹی کیا تیر مارلے گی، پٹا گن کو سر چھپانے کی جگہ نہیں مل رہی ہے تو ادھر ادھر کاسۂ گدائی لئے پھر رہے ہیں۔

آخری بات: ہمارے مضامین پڑھ کر صدام کے عاشقوں اور ان سے حسن ظن رکھنے والوں کے کچھ خطوط آئے جن میں انہوں نے ہم پر عتاب اور خفگی کا اظہار کیا تھا، ان کا کہنا تھا کہ آپ صدام پر تنقید کر کے گویا امریکہ کی تعریف کررہے ہیں اور اس کے حملے کو جواز فراہم کررہے ہیں، صدام آخری دور میں یکسر تبدیل ہوگئے تھے اور وہ ستر چوہے کھا کر حج کو چلے گئے تھے، خدا کرے آپ کا اور ہمارا حسن ظن صحیح ہو اور صدام کا جسم و روح دونوں تبدیل ہوگئے ہوں، یہ حضرات صدام کو صلاح الدین ایوبی کے مشابہ قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس طرح صلاح ایوبی ظالم اور سفاک تھا پھر وہ بدل گیا تھا اسی طرح صدام بدل گیا تھا، دوسری بات یہ ہے کہ صدام نے چالاکی اور دھوکے سے امریکی فوج کو عراق بلایا ہے تاکہ گوریلا طرز کے حملوں سے ان کو تباہ کردیا جائے، ان حملوں کے پشت پر صدام حسین ہیں اور تمام عراقی مجاہدین ان ہی کی قیادت میں امریکہ کے خلاف سرگرم عمل ہیں۔ ہم بھی آپ کے اس حسن ظن میں برابر کے شریک ہیں، لیکن کیا واقعہ بھی ایسا ہی ہے خود عراقی اب کیا سوچ رہے ہیں؟

صدام کے جانے کے بعد عراقی عوام نے پہلے تو اپنے جذبات کا اظہار صدام کے مجسموں کو توڑ کر کیا کہ اکتیس سال سے ظلم کی چکی میں پسنے کے خلاف ان کا یہ فطری رد عمل تھا، ناصر اور حافظ الاسد کی موت پر بھی ایسی خوشی منائی گئی تھی، پھر جب عراقی امریکیوں کی طرف متوجہ ہوئے تو ان کے اندر کی اسلامی غیرت وحمیت یا راکھ کے اندر دبی ہوئی چنگاری بھڑک اٹھی، صدام کے دور میں تین لاکھ عراقی مہاجر تھے جس میں دینی عناصر کی اکثریت تھی، یہ لوگ جب اردن، سعودی عرب، کویت

بقیہ صفحہ ۴ پر

Regd.No.LW/NP/63/2003 to 2005

Fortnightly

Tameer-e-Hayat

Nadwatul Ulama,Lucknow-226007

R.N.I.No.UP.URD/2001/6071

tober-2003

Vol.2, Issue No.14

Mob : 3102451

(S) : 0522-2260671
® : 0522-2267429

Mohd. Miyan Jewellers

محمد میاں جیولرس

۱۲ر کپور مارکیٹ، وکٹوریہ اسٹریٹ، لکھنؤ-۳

Tel: 2266786

Riyaz Ahmad
Ghayas Ahmad

Sana

Jewellers

۱۲/۳۰۱ سرائے بانس
اکبری گیٹ چوک، لکھنؤ

301/12 Sarain Bans
Akbari Gate Chowk, Lucknow-3

2260433

جدید و دلکش سونے چاندی کے زیورات کے لئے

ہمارے شوروم میں آپ کا خیر مقدم ہے

Gehna Palace

گھنہ پیلیس

Whenever You See Jewellery;
Think of us

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں، محمد فاروق خاں (چاند)

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک، لکھنؤ

Resi : 2268177
Mob: 3126122

Shop: 2000667
9415002532

سونے اور چاندی کی دنیا میں ۷۵ر سالہ دیرینہ نام

حاجی صفی اللہ جیولرس

ہمارا نیا شوروم

گڑیا جھالہ کے سامنے آمین آباد، لکھنؤ

پروپرائٹر: محمد اسلم

HAJI SAFIULLAH

Jewellers

Opp: Gadbad Jhala, Aminabad,Lucknow-18

چشمہ ساگر

ہمارے یہاں کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ کی جاتی ہے۔

AUTO REFRECTO METER AR-860

• ایک بار خدمت کا موقع دیں

آپریشن اے۔ رحمن (علیگ)

Editor : Shamsul Haq Nadwi Office Ph : 2787250 (Ext) 18, Guest House : 2740151,Fax 91-522-2787310,2788376
Printed & Published by Athar Husain on behalf of Nadwatul Ulama at Parekh Offset Press, Tagore Marg Lucknow.